لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ
ذکر واذکار
فاتحہ
سماع
مراقبہ
چلہ کشی
گنجینۂ یعقوبی
تصنیف و تالیف
صوفی سید ریاض الحسن اٹرسی
خلیفہ دوم حضرت خواجہ صوفی و صافی یعقوب علی شاہ

بندہ عاجز کے پیر و مرشد

شفیق و صافی حضرت قبلہ یعقوب علی شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ

مقدمہ

صوفی ریاض الحسن صاحب میرے ہم وطن ہم پیشہ و ہم مشرب ہیں۔ یہ ایک معزز سید گھرانے کے چشم و چراغ ہیں۔ اور انہوں نے اپنے طرزِ زندگی اور اپنے حسنِ سلوک سے اپنے سیّد ہونے کا پاس رکھا ہے، اسکول میں، سرکاری ملازمت کے دوران میں نے انھیں ہمیشہ ایک فرض شناس، ہمدرد اور مشفق استاد پایا۔ انہوں نے اپنے مشاہرہ سے بڑھ کر کام کیا اور کبھی رزق کی حرمت پر آنچ نہیں آنے دی۔ صوفی صاحب جداً راہِ سلوک کے مسافر ہیں اور پورا خانوادہ ہی اولیاء کرام سے بیعت رہا ہے لیکن صوفی صاحب نے شریعت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب پر برتر سمجھا۔ جہاں تک تقلید شیخ کا تعلق ہے تو: ؎

منم نازاں بہ ایں سخن کہ پیش یار می رقصم

پروانے کو شمع پر میں نے اسطرح فدا و نثار ہوتے میں نے نہیں دیکھا جیسے صوفی سید ریاض الحسن کو حضرت قبلہ یعقوب علی شاہؒ پر۔ صوفی کا عشقِ شیخ میں غرق ہونا میں نے صوفی سید ریاض الحسن کے یہاں دیکھا۔ حضرت قبلہ کی حیات مبارکہ پر آپ پہلے بھی ایک کتاب تصنیف کر چکے ہیں۔ زیرِ نظر کتاب راہِ سلوک کے مسافروں کے لئے ایک رہنما سنگِ میل ثابت ہوگی، سالک کا سفر کٹھن اور پُر پیچ ہوتا ہے یہ رسالہ راہِ طلب کی شدّت بڑھا سکتا ہے لیکن تسکین نہیں دے سکتا، میں صوفی صاحب سے ملتمس ہوں کہ ایک مفصّل کتاب سیر حاصل مطالعہ اور رہنمائی کے لئے تحریر فرمائیں۔ جو بالخصوص انکے پیر بھائیوں کیلئے مفید و معاون ہو۔

احقر: مسرور حسین جعفری

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ذکر

کسی کا نام لینا، کسی کے متعلق گفتگو کرنا، ذکر کے زمرہ میں آتا ہے۔ ذکر زبانی
بھی کیا جاتا ہے اور قلبی بھی، یعنی دل ہی دل میں یا خیال میں یاد کرنا بھی ذکر میں شمار ہوتا ہے۔
مسلمان ہونے کے ناطے ہم پر اسلام کے پانچ ارکان فرض ٹھہرتے ہیں، کلمہ
نماز۔ روزہ۔ زکوٰۃ۔ حج۔ یہ حکم الٰہی ہے اس سے غفلت یا انکار انسان کو اسلام سے خارج
کردیتا ہے۔ ان احکام خداوندی کے علاوہ کچھ کام اللہ تعالیٰ کو پسند ہیں اور کچھ ناپسند
جو کام ناپسند ہیں، اُن کا تذکرہ قرآن پاک میں موجود ہے اور ان کے سرزد ہونے پر
تعزیرات بھی دی گئی ہیں۔ بقیہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال و احادیث
سے واضح ہیں۔ اسی طرح جو کام اللہ تعالیٰ کو پسند ہیں اُن کا تذکرہ بھی قرآن پاک میں موجود ہے
بقیہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث سے ثابت ہیں۔ ان کی تفصیل علماء کرام
اور آئمہ والاتبار نے فقہی کتابوں میں درج فرمادیں ہیں۔ جس پسندیدہ کام کو اللہ تعالیٰ
نے بہت پسند فرمایا ہے اس کو بیان کرنا زیادہ ضروری سمجھتا ہوں اور وہ ہے:-

ذکر اللہ:- اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں ارشاد فرماتا ہے

فاذکرونی اذکرکم واشکرالی ولاتکفرون یعنی تم میرا ذکر کروگے تو میں
تمہارا ذکر کرونگا اور اگر تم میرا شکر ادا کروگے تو میں تمہیں اور زیادہ نعمتوں اور رحمتوں
سے نوازوں گا۔ دوسری آیت میں ارشاد فرماتا ہے۔

جو لوگ ایمان لائے وہ اللہ کے ذکر سے مطمئن ہو جاتے ہیں، بے شک اُن کے
دل ذکرِ اللہ سے تسکین اور اطمینان پاتے ہیں۔ اسی لئے صوفیائے کرام نے ہر نماز کے

بعد کم از کم تین مرتبہ کلمہ طیبہ کا ورد شروع کیا اور فرمایا کہ یہ کلمہ طیبہ کا ورد نماز کی قبولیت کا کا سبب بن سکتا ہے۔

پہلی آیت کے متعلق عرض کرتا ہوں کہ علماء کرام نے تفسیریوں کی ہے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمانا ہے کہ اگر تم اجتماع میں ہمارا ذکر کروگے تو ہم فرشتوں میں تمہارا ذکر کریں گے اور اگر تم ہمارا ذکر تنہائی میں کروگے تو ہم تنہائی میں تمہارے ساتھ رہیں گے۔ ہر دو صورتوں میں اللہ کی رضا اور خوشنودی حاصل رہے گی اور اللہ کی رضا میں ہی مسلمان کی بہبود، فلاح اور مغفرت ہے۔

رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے تیئیس سال کی عمر سے چالیس سال کی عمر تک غارِ حرا میں ذکر اللہ کیا۔ چالیس سال کی عمر میں بعثت نبوت کے بعد آپؐ نے اجتماعی طور پر ذکر اللہ شروع کیا اور عمر کے آخری سال تک یہ سلسلہ جاری رہا۔ غارِ حرا میں آپؐ نے کس طرح ذکر کیا اس کا علم صرف آپؐ کے مقرب صحابہؓ کو ہی رہا ہے۔ ان میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو سفرِ مدینہ میں مکمل طور پر آپؐ کے ساتھ رہے۔ غارِ ثور میں ہمہ وقت آپ یکسوئی سے حضورؐ کے ساتھ رہے۔ اس دوران کون سا عمل آپ سے راز یا چھپا رہا ہوگا، ہر بات حضرت ابوبکر صدیقؓ پر عیاں ہو چکی ہوگی۔

اب حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو لیجئے۔ ہجرت کی شب آپ حضورؐ کے بستر پر سوئے مباحلہ کے موقع پر آپ رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی کملی میں سوئے۔ اللہ کے رسولؐ نے فرمایا کہ میں علم کا گھر ہوں اور علی اسکا دروازہ۔

چنانچہ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے سلسلۂ ذکر چلایا وہ نقشبندیہ سلسلہ کہلایا بقیہ تیرہ سلسلے حضرت علیؓ سے چلے جو مختلف اکابرین دین نے مختلف طریقوں سے ترتیب دیئے۔ چند مشہور

سلسلوں میں سے ایک سلسلہ چشتیہ قادریہ ابوالعلائیہ جہانگیریہ ہے۔ جس کا بندہ پیروکار ہے۔

ضرورتِ تحریرِ ہٰذا

جس طرح اصحابِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم قابلِ احترام ہیں مگر اُن میں اوّلین و متاخرین کا لحاظ رکھنا ضروری ہے اسی طرح حضرت قبلہ کے مریدین اور خلفاء صاحبان میں بھی مرتبے کے اس فرق کو قائم کرنا اور برقرار رکھنا ضروری ہے۔

حضرت قبلہ نے متاخرین کے لئے کچھ رعایت سے کام لیا اور ذکر و اذکار میں اختصار سے کام لیا۔ اور ان کے مختصر ذکر کو بھی قابلِ معافی سمجھ کر نظر انداز کیا لیکن وہ لوگ اسی طرز کو مستقلاً اختیار کرتے چلے گئے۔ وہ حضرت قبلہ کی عارضی رعایت کو کافی سمجھے اور سلسلہ عالیہ کی روحانیت کو نہ سمجھ سکے۔ اس لئے بندہ نے حضرت قبلہ کی ابتدائی تعلیم اور سلسلہ عالیہ کی تحریروں کے مطابق ان اذکار کو مفصّل اور بالکل واضح انداز میں بیان کرنے کی کوشش کی ہے۔ ممکن ہے اس میں کچھ خامی رہ گئی ہو۔ معلومات رکھنے والے حضرات تحریری مطلع فرمائیں، شکریہ کے ساتھ اصلاح یا اضافہ کردیا جائے گا۔ انسان غلطی کا پتلہ ہے زیرِ نظر تحریر میں بھی تصحیح و اضافہ کی گنجائش یقیناً ہوگی، یہ سلسلہ عالیہ کی خدمت ہوگی اور آنے والے مریدین کے لئے ذریعۂ رہنمائی و ہدایت ہوگی۔

وما علینا الا البلاغ

باب اوّل

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ذکر و اذکار

طریقہ ہائے ذکر مختلف ہیں۔ ہر سلسلہ کا اپنا طریقہ رائج ہے۔ چونکہ ہمارا سلسلہ عالیہ قادریہ چشتیہ ابوالعلائیہ جہانگیریہ ہے اسلئے ہر طریقۂ ذکر سے واقفیت ضروری ہے۔ لیکن اپنے طریقۂ ذکر سے پوری طرح واقفیت اور اس پر مکمل عبور نہایت ضروری ہے تاکہ خود بھی عمل کرسکیں اور دوسروں کی بھی رہنمائی کرسکیں۔

ذکرِ جلی

اگر ذکر اجتماعی ہو رہا ہو تو ذاکرین میں سے ایک امام بن جائے، بقیہ حضرات دو زانوں بیٹھ جائیں۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھ کر مؤدب ہو کر درود شریف پڑھنا شروع کریں، تعداد مقرر نہیں ہے لیکن کم از کم گیارہ مرتبہ پڑھنا ضروری ہے۔ اسکے بعد سلام کی تکرار ہوگی جس کا طریقہ درج ذیل ہے۔

الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ

الصلوٰۃ والسلام علیک یا نبی اللہ

الصلوٰۃ والسلام علیک یا حبیب اللہ

یہ گنتی میں ایک سلام ہوگا۔ اب اس کی تکرار شروع ہوگی جو لاتعداد ہوگی۔ مگر کم از کم گیارہ مرتبہ کہنا اور کہلانا ضروری ہے۔ جب اسکی تکرار ختم کرنا مقصود ہو تو کہے الصلوٰۃ والسلام علیک یا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ ایک مرتبہ درود شریف پڑھنے سے دس نیکیوں کا ثواب ملتا ہے لہٰذا ذکر سے پہلے درود شریف کے وِرد کا خیال رکھا جائے۔ اب ذکر کرانے والا امام کہے

حسبی ربی جل اللہ ۳ مرتبہ

ما فی قلبی غیر اللہ ۳ مرتبہ

نورِ محمد صلی اللہ ۳ مرتبہ

لاالٰہ الاّ اللہ ۵، ۷، ۱۱ مرتبہ

یہ کلمات پہلے امام کہے گا پھر اسکی تکرار سامعین کریں گے۔ اب پھر امام

حسبی ربی جل اللہ ۲ مرتبہ اب امام تیسری مرتبہ

مافی قلبی غیر اللہ ۲ مرتبہ حسبی ربی جل اللہ ۱ مرتبہ

نورِ محمد صل اللہ ۲ مرتبہ مافی قلبی غیر اللہ ۱ مرتبہ

لا الٰہ الاّ اللہ ۱۱، ۲۱، ۳۱ مرتبہ نور محمد صل اللہ ۱ مرتبہ

لا الٰہ الا اللہ لاتعداد مرتبہ کم ازکم ۷۰ مرتبہ

اس تکرار کو ختم کرنے کے لئے امام اور اسکے ساتھی پورا کلمۂ طیّبہ پڑھیں۔ یعنی لاالٰہ الاّاللہ محمد رّسول اللہ پڑھیں۔ اب امام اور مقتدی الاّ اللہ۔ الاّ اللہ لاتعداد مرتبہ کہیں۔ مگر سو مرتبہ سے کم نہ ہو پھر کلمۂ طیّبہ کی تلاوت کریں یعنی لا الٰہ الاّ اللہ محمد رّسول اللہ۔ اور اس ذکر کو ختم کردیں۔ اب امام اور اسکے ساتھی اللہ۔ اللہ کی ضرب لگائیں ضرب کی تعداد مقرر نہیں ہے لیکن سو مرتبہ سے کم نہ ہو۔ اب کلمہ شریف پڑھ کر اس ذکر کو ختم کردیں۔

اب امام اور مقتدی ایک ساتھ صل اللہ علیک یا محمد نور اللہ کی ضربیں لگانا شروع کریں۔ جن کی تعداد کم ازکم ۱۱، ۲۱ یا ۴۱ ہوں۔ بعدازیں نورِ مّن نور اللہ کی ضربیں لگائیں۔ انکی تعداد کم ازکم ۲۱، ۴۰ یا زائد مرتبہ ہو۔ اس کے بعد فاتحہ پڑھی جائے یعنی پہلے قرآن پاک کا کوئی رکوع، پھر کوئی رکوع یا صورت پھر صورۃ تکاثر، سورۃ کافرون سورۃ اخلاص۔ سورۃ خلق۔ سورۃ الناس۔ سورۃ الحمد پھر آلٓمٓ کی چند آیات "مفلحون" تک۔ اس کے بعد چند مقررہ آیات، درود تاج، الحمد شریف، کلمہ طیبہ پڑھیں اور آخر میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھ کر شجرہ شریف اور مناجات پڑھ کر

باب دوم

فاتحہ

کہیں کہ یا اللہ ہم لوگوں نے جو ذکر کیا، جو تلاوتِ قرآنِ پاک کی، جو شجرہ شریف اور مناجات پیش کیں انھیں تو قبول فرما اور قبولیت کا ثواب ہدیہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو، اہلِ بیعت کو، چاروں صحابہ کو اور تمام صحابہ کو، اور جمیع طابعین کو، شہدائے بدر اور شہدائے کربلا کو، پیرانِ پیر حضرت عبد القادر جیلانیؒ خواجہ غریب نواز معین الدین چشتی اجمیریؒ۔ قطب الدین بختیار کاکیؒ، حضرت منعم پاکؒ، حضرت عبد الحیؒ حضرت یعقوب علی شاہؒ اور سلسلہ چشتیہ قادریہ ابو العلائیہ جہانگیریہ کے جملہ بزرگانِ دین و اولیاءِ کرام کو ایصالِ ثواب فرما۔

جوازِ فاتحہ

فاتحہ اور جوازِ فاتحہ کے سلسلے میں حکیم سید سکندر علی شاہ صاحب کی کتاب "فخر العارفین" سے اقتباس پیشِ خدمت ہے، ملاحظہ فرمائیے۔

مخالفین و منکرین کا دوسرا اعتراض جوازِ فاتحہ پر تھا۔ اس کے متعلق مولوی محمد وقاص صاحب سے جو ارادت مندانِ دربارِ شریف سے ہیں ارشاد ہوا "تم جانتے ہو کہ فاتحہ و نیاز کیا چیز ہے؟" جواب میں خود ہی ارشاد فرمایا: "یہ فاتحہ اور نیاز بزرگوں کے افعال و اعمال ہیں، بزرگانِ دین کے سامنے جب کوئی چیز لائی جاتی تو اپنے شیخ اور پیرانِ طریقت کی ارواحِ مقدسہ پہ کچھ ایصالِ ثواب کرتے، اور پھر وہ چیز خود بھی کھاتے اور دوسروں کو کھلاتے مشائخ دین سے ایسا دیکھا تو مریدین و معتقدین بھی اسی طرح کرنے لگے، رفتہ رفتہ یہ بات پھیل گئی۔ تمہارے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ ہم نے بزرگوں سے ایسا ہی دیکھا ہے۔"

فرمایا "مولوی عبد الحمید مرادآبادی نے ایک دفعہ ہم سے پوچھا کہ اسکے متعلق (تعامل حضرات اولیاء اللہ رض کے علاوہ) کوئی دلیل شرعی بھی ہے اور کیا شریعت کی کتابوں سے بھی اس کی اصلیت ثابت ہے؟ ہم نے کہا کہ کتب شریعت میں دلیلیں بھری ہوئی ہیں۔ فتح القدیر اور فلاں فلاں کتابوں میں (نام کاتب کے حافظہ میں محفوظ نہیں) رہے دیکھ لینا۔"

اور فرمایا کہ "جواز فاتحہ کی اصل تو حدیث شریف ہی ہے۔ جیسے کہ مسلم شریف میں ہے

حدیث اصلِ جوازِ فاتحہ

غزوۂ تبوک میں جب اصحاب (مجاہدین) کے کھانے کی چیزیں ختم ہوگئیں تو بعض صحابہ نے حضرت رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں عرض کی، یارسول اللہ! ہمارا سامان رسد ختم ہوا۔ اگر حکم ہو تو ہم لوگ اپنے اونٹ ذبح کر ڈالیں، اور ان کے گوشت پر گذارہ کریں، آپ نے فرمایا! اگر ایسا ہے کہ سامانِ خورد و نوش ختم ہوگیا ہے تو اچھا اجازت ہے تم لوگ اپنے اونٹ ذبح کرو اور انہیں کھالو۔ جب حضراتِ صحابہ کو یہ حکم ملا تو برچھے اور چھریاں لے کر چلے، تاکہ اونٹ ذبح کئے جائیں۔ راستہ میں حضرت عمر فاروق رض سے ملاقات ہوئی۔ یہ سب واقعہ صحابہ نے ان سے بیان کیا۔ حضرت عمر رض حضور سرورِ کائنات کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی "یارسول اللہ گرمی کا موسم ہے اور ملک ریگستانی، اگر ہم لوگوں نے اپنے اونٹ (سواری کے) ذبح کردیئے تو ہم لوگوں سے (پھر راستہ) چلا نہ جائے گا اور ہم ہلاک ہوجائیں گے۔" حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رض کی باتوں سے معلوم فرمایا کہ عمر رض کوئی غیبی چیز (معجزہ) طلب کرتے ہیں۔ پھر آپ نے سب کو حکم دیا۔ کہ جس کے پاس جو شے باقی رہ گئی

ہو۔ اسے لیکر حاضر ہو جائیں۔ اس پر کوئی صحابی (جن کے پاس تھوڑا سا آٹا باقی رہ گیا تھا) تھوڑا سا آٹا لے آئے، کوئی چھوہارے لے آئے، اور کوئی تھوڑے چنے، غرض جن کے پاس جو چیز جس قدر موجود تھی، سب لے آئے، اور یہ سب سامان حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سامنے لاکر رکھا گیا، جسکا ڈھیر اتنا اونچا ہوا جتنا کہ ایک بکری کا لیٹا ہوا بچہ اونچا ہو، یعنی بہت ہی تھوڑا سامان تھا، جو اس وقت خدمتِ مبارک میں صحابہ کی طرف سے پیش ہوا تھا۔ اس کے بعد آپ نے دونوں مبارک ہاتھ اٹھا کر دعا فرمائی۔ اسکے بعد تمام لوگوں کو آپ کا یہ حکم ہوا کہ اپنی تھیلیاں بھر بھر کر لے جائیں۔ سب نے اپنی اپنی تھیلیاں بھر لیں، مگر سامان کا وہ ڈھیر جیسا کہ تھا، ویسا ہی رہا، کم نہ ہوا اب غور کرو کہ کھانے کی اشیاء کو سامنے رکھ کر دعا کرنا رسولِ مقبول صلعم سے کسقدر صاف اور کھلے طریقہ پر ثابت ہے۔ اگرچہ دعا غیبت سے بھی ہو سکتی تھی کہ چیزیں سامنے نہ ہوتیں اور آپ دعائے برکت فرما دیتے۔ مگر آپ نے ایسا نہیں کیا بلکہ چیزوں کو سامنے رکھ کر دونوں ہاتھ اٹھائے اور دعا فرمائی۔ پس اہلِ سنّت کے موجودہ طریقۂ فاتحہ کا جواز سنتِ نبویہ سے ثابت ہے اور یہ ضروری نہیں کہ وہ دعا خیر و برکت کے لئے ہو۔ جنس کا واحد ہونا کافی ہے، نوع کا واحد ہونا ضروری نہیں ہے، یعنی جب خیر و برکت کے لئے کھانے کی چیزیں روبرو رکھ کر دعا آپ سے ثابت ہے تو اسی طریقہ سے ایصالِ ثواب کے لئے دعا اور فاتحہ خود بخود ماکول چیز پر جائز ہوا اس لئے کہ دونوں جنس واحد ہے۔

مکالمہ فرمایا جب ہم ہندوستان میں تھے تو ہمارا ایک دفعہ میرٹھ جانا ہوا وہاں مولوی محمود الحسن صاحب دیوبندی سے ہماری ملاقات ہوئی

دورانِ گفتگو میں جوازِ فاتحہ، اور حضرت غوث الاعظم یا کسی ولی کے نام پر جو گائے
یا بکری موسوم ہو اس کی اباحت پر گفتگو ہوئی۔ مولوی محمود الحسن صاحب نے کہا کہ
شیرینی سامنے رکھ کر ایصالِ ثواب بیشک مباح ہے، لیکن آپ لوگ چونکہ اسے
ضروری سمجھتے ہیں اس لئے ہم لوگ حرام کہتے ہیں، مباح یہ ہے کہ حاضر و غائب
دونوں حالتوں میں برابر ہو۔ ہم نے جواب دیا۔ (خدام سے فرمایا، تم لوگ اسے
یاد رکھنا) چاروں آئمہ کا مذہب ہے کہ جب کسی امرِ مباح کو حرام قرار دیا جائے
تو اسکی اباحت کے قائم و برقرار رکھنے کے لئے ضروری ہو جائے گا کہ اس کی
اباحت پر اصرار کیا جائے۔ چونکہ آپ لوگ امرِ مباح کو حرام قرار دیتے ہیں۔ ہم
اس کی بقائے اباحت کے لئے کہتے ہیں کہ ضروری ہے، آپ لوگ حرام نہ کہیں
ہم مباح کہیں گے۔ بخاری و مسلم کی حدیث سے ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کھانے کی چیز سامنے رکھ کر دعا کی، حالانکہ دعا غیبت سے
بھی ہو سکتی تھی۔ پس سامنے رکھ کر دعا کرنے سے (فعل نبوی سے مباح ثابت ہوئی
انہوں نے کہا آپ دور سے مثال لائے، مگر نوع مختلف ہے۔ ہم نے کہا کہ
مثال کے لئے نوع کا متحد ہونا ضروری نہیں ہے، جنس تو متحد ہے، بس اتحاد
جنس کافی ہے۔ اللہ اور اللہ کے رسول ؐ کا نام وہاں بھی ہے، اور یہاں بھی، وہاں
صرف خیر و برکت مقصود تھی اور یہاں ایصالِ ثواب، ایسی جنس جائز ہے۔" پھر
انہوں نے کہا۔ "شاہ عبد العزیز صاحب نے گائے بکری کو جو حضرت غوث اعظم رضؓ
یا احمد کبیر کے نام سے ہو وَمَا اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ کے تحت میں لے کر حرام
لکھا ہے۔" ہم نے کہا، یہ مغالطہ ہے اور دلیل کیا پیش کی ہے کہ جب اس بکری
سے اچھا گوشت دیا جائے تو نہیں لیتے، اسی بکری کو ذبح کرتے ہیں، جس سے معلوم

ہوا کہ اہراق دم (خون گرانا) ہی مقصود ہے " ہم نے کہا کہ ایک نذر میں دو محل ہیں ایک ایصالِ ثواب دوسرے نذر بوجہ اللہ، اور اس کا ثبوت فعل سے ہوتا ہے، کہ جب ذبح کرتے ہیں تو "بِسْمِ اللّٰہِ اَللّٰہُ اَکْبَرْ" کہتے ہیں، یہ تو نذر بوجہ اللہ کا ثبوت ہے۔ اور ایصالِ ثواب ولی کے لئے ہے "منذور" یعنی نذر والی چیز کا بدلنا شرعاً جائز نہیں، اس لئے نہیں بدلتے، حرام کیونکر ہوا؟

(طبقۂ خاص میں یہ بات مشہور چلی آتی ہے۔ کہ فتاویٰ عزیزیہ میں حضرت مولانا شاہ عبد العزیز صاحب کے بھانجے صاحب نے بعض مسائل میں تصرف کیا۔ یہ قول شاہ صاحب کا نہیں ہو سکتا اُن کی طرف بعد کو منسوب کر دیا گیا ہے۔)

جوازِ فاتحہ و عُرس و میلاد از شاہ عبدُ العزیز صاحب

فرمایا، مولانا شاہ عبد العزیز صاحب محدث دہلویؒ سے فاتحہ و عرس کے متعلق استفسار کیا گیا، انہوں نے جواب میں فرمایا:-

"در تمام سال دو مجلس در خانۂ فقیر منعقد می شود۔ اوّل کہ مردم روز عاشورہ یا یک دو روز پیش ازیں قریب چار صد یا نصد کس بلکہ قریب یک ہزار کس و زیادہ ازاں فراہم می آیند۔ دُرود می خوانند۔ بعد ازاں کہ فقیر می آید۔ می نشیند و ذکر فضائل حسنینؓ کہ در حدیث شریف وارد شدہ در بیان می آید۔ و انچہ در حدیث و اخبار شہادت ایں بزرگان وارد شدہ نیز بیان کردہ می شود۔ بعد ازان ختم قرآن و پنج آیت خواندہ در ماحضر فاتحہ نمودہ می آید۔ پس اگر ایں چیزہا نزد فقیر جائز نمی بود اقدام بر آن اصلا نمی کرد۔ باقی ماندہ مجلس میلاد شریف، پس حالش ایں است کہ بتاریخ دوازدہم ربیع الاوّل ہمیں کہ مردم موافق معمولِ سابق فراہم شدند

در خواندن درود شریف مشغول گشتند و فقیر می آید۔ اولاً بعضے از احادیث فضائل آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مذکور می شود بعد از آں ذکر ولادت باسعادت وبذے از حال رضاع وحلیہ شریف وبعضے از آثار کہ ازین آدان بظہور آمد بعرض بیان می آید۔ پس ما حضر از طعام وشیرینی فاتحہ خواندہ تقسیم حاضرین مجلس شود (فتاوی عزیزیہ مطبوعہ قدیم)۔ یعنی سال بھر میں فقیر کے گھر میں دو مجلسیں برپا ہوتی تھیں۔ پہلے عاشورہ کے دن یا ایک دو روز پہلے قریب چار پانسو بلکہ (بعض دفعہ) قریب ایک ہزار یا اس سے بھی زیادہ لوگ جمع ہو جاتے ہیں، اور درود پڑھتے ہیں بعد ازاں فقیر آکر بیٹھتا ہے۔ اور ذکر وفضائل حسین رضؓ جو احادیث شریف میں وارد ہوئے ہیں بیان کئے جاتے ہیں اور جو کچھ کہ ان بزرگوں کی شہادت کے بارے میں احادیث اور اخبار میں وارد ہوا ہے وہ بھی بیان کیا جاتا ہے بعد ازاں ختم قرآن اور پنج آیت (فاتحہ وقل) پڑھ کر ما حضر پر فاتحہ کی جاتی ہے پس اگر یہ باتیں فقیر کے نزدیک جائز نہ ہوتیں تو ہرگز ان کی طرف پیش قدمی نہ کرتا۔ باقی رہی مجلس میلاد شریف اس کی حالت یہ ہے کہ بارہویں ربیع الاول کو سابق معمول کے موافق جوں ہی لوگ جمع ہوئے اور درود شریف پڑھنے میں مشغول ہوئے فقیر (مجلس میں) آجاتا ہے اولاً احادیث سے بعض فضائل آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بیان کئے جاتے ہیں۔ بعد ازاں ذکر ولادت باسعادت اور کچھ زمانہ شیرخواری کے حالات اور حلیہ شریف اور بعض آثار جو اس زمانہ میں آپ سے ظہور میں آئے بیان ہوتے ہوتے ہیں۔ بعد ازاں کھانے یا شیرینی پر فاتحہ دے کر حاضرین مجلس پر تقسیم کردی جاتی ہے

ذکرِ خفی

دراصل یہ ذکر تنہائی کا ہے، ذاکر کو چاہیئے کہ وہ مودبانہ دوزانو بیٹھ جائے اور قلب کے اوپر منہ کو لاکر سانس کے ذریعہ لا الٰہ کی آواز نکالتا ہوا داہنے کندھے کی طرف سانس کھینچتا ہوا لا الٰہ کو ختم کرتے ہوئے گردن سامنے کی طرف گھماتے ہوئے سر کو قلب کی طرف گراتے ہوئے الا اللہ کو کہتے ہوئے قلب پر زور مارے، اسی طرح دوبارہ کرے۔ اور یہ سلسلہ اس وقت تک جاری رکھے جب تک سانس ساتھ دے۔ جب ذکر کرتے کرتے تھک جائے تو دونوں ہاتھوں کو گھٹنوں کے سامنے ہتھیلی کی طرف سے زمین پر جمائے اور نگاہیں کعبہ کی طرف ہوں اور اب تصوّرِ شیخ کو اپنے سامنے قائم کریں اس طرح جتنی مرتبہ جسم ساتھ دے کرتا رہے۔ یہ ذکر بعد نماز مغرب۔ بعد نماز عشاء یا بعد نماز فجر کرے مگر بالکل خالی معدہ میں نہ کرے کیونکہ اس طرح جسم اور دماغ میں خشکی پیدا ہوجانے کا اندیشہ ہوتا ہے۔

ذکرِ پاس انفاس

جسطرح فوجی لفٹ رائٹ کرتا ہوا قدم بڑھاتا ہے اسی طرح صوفی حضرات بھی لا الٰہ الا اللہ کا ورد کرتے چلتے ہیں، پہلے داہنے قدم پر "لا" دوسرے بائیں قدم پر "اِلٰہ" اور تیسرے دائیں قدم پر الا اللہ کا اور چوتھے قدم پر اللہ کہہ کر ایک دور مکمل کرتا ہے۔ اس طرح یہ سفر بھی عبادت کی شکل میں طے ہوتا ہے۔ اس طریق پر عامل صوفیائے کرام اور عام فرد کا تجربہ ہے کہ تھکن بھی نہیں ہوتی اور سفر خوشگوار ہوتا ہے۔

یہی ذکر سماع کے موقع پر ساز کی آواز کے ساتھ بھی کیا جاسکتا ہے۔ یوں ذکر بھی ہوجاتا ہے اور کیفیت بھی خوش اسلوبی سے انجام پاتی ہے۔ یہ ذکرِ خفی میں سانس

کے ذریعہ کیا جاتا ہے۔
کبھی کبھی لا الٰہ الا اللہ کی آواز منہ سے جلی انداز میں جاری ہو جاتی ہے جس سے ذکر
کے مرتبہ پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔

ذکر حبسِ دم دو زانوں بیٹھ کر دونوں پیروں سے پیشاب اور پاخانے کے مقام کو دبائے پھر دونوں ہاتھوں کی چھوٹی انگلی اور ساتھ والی انگلی کی مدد سے اوپر اور نیچے کے ہونٹوں کو بند کرلے۔ درمیانی بڑی انگلیوں کو نتھنوں میں دیکر ناک بھی بند کرلے۔ کلمہ کی انگلیوں سے دونوں آنکھوں کو دبالے اور انگوٹھوں سے کان کے سوراخ بند کرلے۔ اب لا کو قلب سے شروع کر کے گردن کو سیدھا کر کے لا الٰہ کو پورا کرے الا کو گردن کو پیچھے کی طرف گھماتا ہوا الا اللہ کو قلب پر لاکر پورا کرے۔ یہی عمل بار بار دہرائے اور طبیعت کے آسودہ ہونے تک جاری رکھے۔

اسی عمل کا دوسرا رنگ :۔
اسی نشست میں، اسی حالت میں پیر کے تصوّر کو سامنے رکھے قلب کی طرف سے اٹھائے "سمیع" پیر کے لئے تصوّر کرے گردن سیدھی کرے اور پیر کے لئے "علیم" تصوّر کرے گردن کو پیچھے کی طرف لے جائے اور پیر کیلئے "بصیر" تصوّر کرے۔ "واضح رہے کہ پیر اللہ کا حصّہ ہو چکا ہے۔

دل وہ آباد نہیں جس میں تیری یاد نہیں
ہے وہ کافر جو تیری راہ میں برباد نہیں

چُلیا کا ہے نہ دھلائی او سندر جو گیا — بن دھلائے پیو نہ خوش ہوئی عمر اکارت جائی

لا الٰہ کا صابن کرے الا اللہ ہو دریائی — اپنے گرو کو کر لے پر بیٹھا جنم داغ دھلجائی

لا سے میل کٹے رگ رگ کا الا اللہ کرے صفائی — دھوئے جا ہر سانس میں مل مل دھلت دھلت ململائی

گرو کو حب لگ کر نہ جانا گر کی بات نہ پائی — جان لیا جب گرو کو سادھو آپ گرو بن جائی

یہ کیسی بیخودی چھائی ہے مجھ پہ کیف و مستی میں

تمھیں کو جلوہ گر دیکھتا ہوں اپنی ہستی میں

نظر آتی ہے مجھ کو اپنی ہستی یار کی ہستی

یقیناً میں نہیں ہوں تو ہی تو ہے میری ہستی میں

تیری ہستی ہی سے تو بن گئی یہ میری ہستی

فنا جب سے ہوئی ہے میری ہستی تیری ہستی میں

نہ مونس ہے نہ کوئی میرا ہمدم یا رسول اللہ — تمہارا آسرا ہے جان عالم یا رسول اللہ

مدد کا وقت ہے میرے مکرم یا رسول اللہ — ز رحمت کن بر حالِ ما یا رسول اللہ

تمہارا نام لے کر دم نکل جائے بنے مدفن — توئی ماوی تو ملجا توئی روحِ روانِ من

توئی تسکین و آرام جاں صبر و قرارِ من

رخ پر نور بنما بے قرارم یا رسول اللہ

باب سوم مراقبہ

تیری صورت نگاہوں میں پھرتی رہے یاد تیری ستائے تو میں کیا کروں
کوئی اتنا تو آکر بتا دے مجھے جب تیری یاد آئے تو میں کیا کروں

عشق و ایمان دونوں میں تفریق ہے کیا کروں دونوں پہ میرا ایمان ہے
گر خدا روٹھ جائے تو سجدے کروں یہ صنم روٹھ جائے تو میں کیا کروں

تو سامنے آ میں سجدہ کروں پھر لطف ہے سجدہ کرنے کا
تو اور کہیں میں اور کہیں یوں نام کا سجدہ کون کرے

ریاضت نام ہے تیری گلی میں آنے جانے کا
تصوّر میں ترے رہنا عبادت اسکو کہتے ہیں

جس طرح سورۂ فاتحہ نماز میں ضروری ہے اسکے بغیر نماز مکمل نہ ہوگی اور جیسے نماز کی اساس دعا ہے اسی طرح ذکر و اذکار کا مقصد مراقبہ کے بغیر پورا نہ ہوگا۔ مراقبہ کے بغیر ذکر و اذکار کا فیض حاصل نہ ہوگا۔ اس لئے مراقبہ کا ڈھنگ اور طریقہ سمجھنا ضروری ہے۔ مراقبے کے کئی طریقے رائج ہیں ان میں سے کسی طریقے کو بھی اپنایا جا سکتا ہے پہلے ہم یہ سمجھ لیں کہ مراقبہ کیا ہے؟ مراقبہ دراصل یکسوئی سے کسی کام، شخص یا چیز پر توجہ دینا، غور کرنا یا اس کا مطالعہ کرنا ہے۔ مراقبہ کے لئے دو زانو بیٹھنا بہتر ہے لیکن بوقت ضرورت چوزانو بھی بیٹھا جا سکتا ہے۔ مثلاً ذکرِ خفی کے بعد دونوں ہاتھ آگے بڑھا کر زمین پر اس طرح رکھے کہ انگلیاں کعبہ کی طرف کھُلی ہوں، آنکھیں بند

ہوں اپنے پیر و مرشد کو سامنے بیٹھا ہوا تصوّر کرے اور شیخ کا مکمل تصوّر سامنے رکھے۔ شیخ کے اعضاء کو اپنے دھیان میں جمائے۔ ایسا معلوم ہو کہ شیخ مجھے دیکھ رہا ہے اور میں اسکو دیکھ رہا ہوں۔ روضۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو سامنے رکھ کر اپنے مرشد کو سامنے بٹھا کر اسکا نظارہ کرنا شروع کر دے۔

مقبول تو کرے نہ کرے میری بندگی
ان کو بٹھا کے سامنے سجدہ کیا تو ہے

ذکر جلی میں تصوّرِ شیخ

حلقہ کرانے والا شخص اسے اپنے پیر کا حلقہ سمجھے اور دھیان میں رکھے کہ اسکا پیر ذکر کرا رہا ہے پیر ہماری ہر حرکت کو دیکھ رہا ہے اور ہماری آواز سن رہا ہے۔ غرض ہم سب پوری طرح اس کے مشاہدے میں ہیں۔ اس طرح ذکر یکسوئی اور دل جمعی سے ہوگا۔ اور دھیان دوسری طرف نہ بٹ سکے گا۔

حبسِ دم میں تصوّرِ شیخ

چونکہ پیر ولی اللہ ہے۔ اسکے تمام اعضاء من جانب اللہ ہیں اس لئے وہ سب سنتا ہے، جانتا ہے اور دیکھتا ہے۔ جب پیر میں یہ تمام خوبیاں موجود ہوں تو پھر جس اللہ کا جتنی دیر تصوّر قائم سامنے رہے اپنی آنکھ بند کئے دل کی نگاہوں سے اس پر توجہ دے اور جب طبیعت آسودہ ہو جائے تو آنکھ کھول دے پھر ذکر خفی کرے جب ذکر سے تھک جائے تو مراقبہ کرے جب تک جسم ساتھ دے ایسا کرتے رہے۔ جب شیخ کا تصوّر آنکھوں میں سما جائے اور جب ہر چیز اور ہر شخص کو پیر کی نظر سے دیکھنے لگے، اور عشق پیر میں ہمہ تن اور ہمہ من لگا رہے تو عشق حقیقی اور اوج کمال حاصل ہوگا

کس سمت کو ہم سجدہ کریں ہر سمت ہمارے کعبہ ہے

ایک عرصہ تک اسکی مشق کی جائے۔ جب اس میں خوب مہارت حاصل ہو جائے
تو پھر سائل اسی توجہ سے ذکر میں مشغول رہے جس سے اسکی روحانیت کو تقویت پہنچے گی۔
اور دوسروں کی رہنمائی اور رہبری کے لائق خود بخود بن جائے گا۔

ذکر و تصوّر رسُولِ مقبُول صلی اللہ علیہ وسلم

اپنے سر کو "م" اپنے کمر تک کے حصے کو "ح" کمر کو "م" کی گھنڈی، ران اور پنڈلی کو "د" سمجھے اور اپنی ذات کے اندر محمد کے نور کا غلبہ سمجھے اور اس طرح سمجھے کہ ہر میں رسول اللہ جلوہ گر ہیں۔ دل میں تصور محمد کا لانا تو ضرور ہے کیونکہ حضرت مطلب کا منتخب کردہ نام اعداد کے لحاظ سے ہر چیز میں موجود ہے، گرونانک کیا خوب رباعی کہی ہے ملاحظہ فرمائیے:۔

ابجد سے ہر وستو کو چوگن کرو اور دو دیو بڑھائے
پھر اسکو پچگن کرو اور بیس سے دیو بھاگ لگائے
باقی بچے کو نو گن کرو اور دو دیو بڑھائے
گرونانک یوں کہے ہر وستو میں محمدؐ کو پائے

الفاظ کے معنی:۔ وستو (چیز)۔ گن، گنا (ضرب)، بھاگ (تقسیم)

اب میں تین مثالیں پیش کرتا ہوں تاکہ مکمل طور پر رباعی کا مقصد سمجھ میں آجائے

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم: م ح م د

۴۰ + ۸ + ۴۰ + ۴ = ۹۲

۹۲ اعداد ہوئے۔ اب ہم نے لفظ "مکہ" م ک ہ

۴۰ + ۲۰ + ۵ = ۶۵

۲۶۰ = ۴ × ۶۵

۲۶۲ = ۲ + ۲۶۰

۱۳۱۰ = ۵ × ۲۶۲

۶۵ - ۱۰ = ۲۰ ÷ ۱۳۱۰

۹۰ = ۹ × ۱۰

۹۲ = ۲ + ۹۰

مدینہ

م د ی ن ہ

۱۰۹ = ۵۰ + ۱۰ + ۴ + ۴۰

۴۳۶ = ۴ × ۱۰۹

۴۳۸ = ۲ + ۴۳۶

۲۱۹۰ = ۵ × ۴۳۸

۱۹ - ۱۰ = ۲۰ ÷ ۲۱۹۰

۹۰ = ۹ × ۱۰

۹۲ = ۲ + ۹۰

قلب :-

ق ل ب

۱۳۲ = ۲ + ۳۰ + ۱۰۰

۵۲۸ = ۴ × ۱۳۲

۵۳۰ = ۲ + ۵۲۸

۱۳۲ - ۱۰ = ۲۰ ÷ ۲۶۵۰ = ۵ × ۵۳۰

۹۲ = ۲ + ۹۰ = ۹ × ۱۰

جسے پی کے بزمِ رنداں سرِ عرش جھومتی ہے
مرے ساقیا بتا دے وہ شراب کونسی ہے

تیری بندگی کا عالم کوئی میرے دل سے پوچھے
تیری آرزو میں جینا ہی میرے زندگی ہے

تیری یاد میری الفت تیرا غم میری نسبت
تجھے کیسے بھول جاؤں تو حبیب زندگی ہے

مری بیخودی سلامت یہ جنوں ہی ہے عبادت
تیرے در سے سر نہ اٹھے یہ نمازِ عاشقی ہے

غرض کہ دنیا کی کسی بھی چیز کے نام کے ابجد کے حساب سے اعداد نکال لئے جائیں اور ان اعداد کو جمع کر لیا جائے پھر حاصل جمع کو ۴ سے ضرب دیں اور حاصل ضرب میں ۲ جمع کریں اب جو اعداد حاصل ہوئے ان کو ۵ سے ضرب دیں جو حاصل ضرب بنے اس کو ۲۰ سے تقسیم کریں، تقسیم کرنے پر جو باقی بچے اس کو ۹ سے ضرب دیں اور اس میں ۲ جمع کر دیں تو جواب ۹۲ ہوگا۔ اس سے یہ معلوم ہوا کہ تمام جہانوں کی ہر شئے کا تعلق حضرت محمدؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے۔

دیگر:-

دل کو گنبدِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے مشابہت دیتے ہوئے توجہ دے کہ ہمارے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے دل میں جاں گزیں ہیں۔

سپردم بہ تو مایۂ خویش را
تو دانی حسابِ کم و بیش را

ہمیں کعبہ و دیر سے غرض کیا، ہمارا تو کعبہ ہے تیرا تصوّر
جہاں بیخودی میں جھکا دوں گا سر کو وہیں تم کو کعبہ بنانا پڑے گا

آج بھی عام ہیں تیرے جلوے پر کوئی دیکھ سکتا نہیں ہے
سب کی آنکھوں میں پردے پڑے ہیں تیرے چہرے پہ پردہ نہیں ہے

مغفرت کا طالب
صوفی سیّد ریاض الحسن

اِسلام میں چلّہ کشی

اور

خُصوصاً ہمارے سِلسلۂ عالیہ کے چلّے اور اُنکا وِرد

اسلام میں کچھ اعداد اچھے اور خوبیوں کے مانے جاتے ہیں مثلاً ایک، تین پانچ، سات، دس، گیارہ، بارہ، سترہ، چالیس ترسٹھ، ستر، بہتر، لاکھ، سوا لاکھ۔

۱۔ مسلمانوں کا خدا ایک ہے، رسول ایک ہے اور آسمانی کتاب قرآن ایک ہے۔

۳۔ وضو میں ہر کام تین مرتبہ کیا جاتا ہے۔ نمازیں ہر تسبیح کم ازکم تین مرتبہ پڑھی جاتی ہے۔

۴۔ آسمانی چار کتابیں ہیں، چار خلفاءِ راشدین ہیں، چار مقرّب فرشتے ہیں، چار سمتیں ہیں۔

۵۔ مسلمانوں پہ پانچ وقت کی نمازیں فرض ہیں، پانچ ارکانِ اسلام ہیں، ہر ہاتھ میں پانچ انگلیاں ہوتی ہیں۔ پنجتن میں پانچ افراد ہیں (رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت علی رضؓ، حضرت فاطمہ رضؓ، امام حسنؑ، حضرت امام حسینؑ)

۷۔ سات ایّام میں کائناتِ عالم وجود میں آئی، سبعہ سیّارگان قطب ستارہ کی نشاندہی کرتے ہیں، سات آسمان مانے جاتے ہیں۔ سات سیارگان اہم مانے جاتے ہیں۔

۱۰۔ عشرۂ محرم میں حضرت امام حسینؑ کی شہادت واقع ہوئی۔ طوفانِ نوحؑ عشرۂ

محرم سے شروع ہوا۔ قیامت عشرۂ محرم سے قائم ہوگی۔ رمضان المبارک کے تینوں عشرے الگ الگ خوبیوں کے حامل ہیں۔ ایک مرتبہ درود پڑھنے پر دس نیکیوں کا ثواب ملتا ہے۔ اسی طرح پہلے سلام کرنے والے کو دس نیکیوں کا ثواب ملتا ہے

۱۱۔ غوث پاک کی پیدائش کا دن مانا جاتا ہے۔ ہمارے حضرت قبلہ یعقوب علی شاہ ۱۱ ذی الحجہ کو صبح کے وقت پیدا ہوئے اور ۱۱ ذی الحجہ کو رات کے وقت وصال پایا۔

۱۲۔ بارہ امام سادات مانے جاتے ہیں۔ سال میں ۱۲ مہینے ہوتے ہیں، آسمان کو بارہ بروج میں تقسیم کیا گیا ہے۔ ۱۲ ربیع الاوّل کو رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت ہوئی۔

۱۷۔ سترہ رمضان المبارک کو بدر کا میدان فتح ہوا۔ دن میں صرف سترہ فرض رکعتیں ادا کی جاتی ہیں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضؓ نے سترہ نمازیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ادا کیں پڑھائیں۔ عشاء کی نماز میں سترہ رکعتیں پڑھی جاتی ہیں۔ نظام الدین اولیاء کی ۱۷ تاریخ کو منائی جاتی ہے

۴۰۔ چالیسویں سال ہمارے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا اعلان ہوا حضرت موسیٰ علیہ السلام چالیس روز تک کوہِ طور پر رہے اور وہاں سے توریت کی آسمانی کتاب لیکر آئے

۶۳۔ تریسٹھ، حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے تریسٹھ سال کی عمر پائی۔

۷۰۔ مسجدِ نبوی میں نماز پڑھنے میں ایک رکعت پر ستّر رکعتوں کا ثواب ملتا ہے۔

۷۲۔ حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی میں انسانوں کے بہتّر جوڑے تھے۔ میدانِ کربلا میں چھوٹے بڑے بہتّر افراد خاندانِ نبوت کے شہید ہوئے۔

ایک لاکھ: بیت المقدس میں نماز پڑھنے پر ایک رکعت پر ایک لاکھ رکعتوں کا ثواب ملتا ہے۔

سوا لاکھ :- بیت اللہ شریف میں نماز پڑھنے پر ایک رکعت پر سوا لاکھ رکعتوں کا ثواب ملتا ہے۔

بندہ نے یہ اعداد و شمار اس لئے لکھے کہ عام معلومات کے علاوہ چلہ کشی میں ان اعداد کا ملحوظ خاطر رکھنا ازبس ضروری ہے کیونکہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم غار حرا میں چلہ کشی کرتے رہے۔ حضرت غوث پاک اکثر چلہ کشی کرتے رہے اور اپنے مریدوں سے چلہ کشی کرواتے رہے۔ حضرت خواجہ غریب نواز اپنے مرشد کے یہاں رہ کر چلہ کشی کرتے رہے، یہاں تک جب آپ کو ہندوستان میں تبلیغ کے لئے بھیجا گیا تو آپ نے داتا صاحب کے مزار پر چلہ کشی کی اور فرمایا کہ میں نے جتنا فیض اس چلہ میں پایا اس سے پہلے نہ پایا تھا۔ ہمارے حضرت قبلہ یعقوب علی شاہ کے دو صاحبزادے الگ الگ دو چلوں کے درمیان وفات پا گئے مگر آپ نے اپنے چلے مکمل کر کے ہی مسجد سے باہر قدم نکالے تو انکے خلفاء چلہ کشی سے کیوں کر منکر ہو گئے۔

عام طور پر چالیس دن کا چلہ بہتر سمجھا جاتا ہے، اگر اسکی قوت کو دوبالا کرنا مقصود ہو تو دوسرا چلہ قائم کیا جا سکتا ہے۔

سوال پیدا ہوتا ہے کہ چالیس ہی دن کیوں؟ اس کا جواب بندہ کے پاس یہ ہے کہ ہمارے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا اعلان چالیسویں سال ہوا، اسکے علاوہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے چالیس دن طور پر قیام فرمایا اور کلام الٰہی لیکر واپس آئے۔

چنانچہ جس آیت قرآنی یا اللہ کے کسی نام کا چلّہ کرنا چاہیے۔ اس کے اعداد ابجد ہوّز کے لحاظ سے نکال لیئے جائیں اور اس تعداد کو اسی تعداد سے ضرب دے لیا جائے، جو تعداد نکلے اس کو چالیس سے تقسیم کرلیا جائے، اور ہر روز اسی مقررہ تعداد کا ورد کیا جائے، اس طرح چالیس روز میں چلّہ مکمل ہو جائے گا البتہ ان چلّہ کے دنوں میں روزہ رکھنا ضروری ہے۔ یہی مقبولیت کی نشانی ہے۔

وجہ تصنیف مضمونِ ہٰذا

ہمارے چند پیر صاحبان جو نہ صرف جہالت میں مبتلا ہیں نہ تو ان کے پیر صاحبان نے ان سے چلّہ کشی کروائی نہ ان کے پیروں نے چلّہ کشی کے متعلق کچھ تعلیم دی۔ تو پھر وہ چلّہ کشی کی طرف کیسے راغب ہو سکتے ہیں انہوں نے تو ایک جملہ سیکھ لیا ہے کہ ہمارے بزرگوں نے کافی چلّہ کشی کی ہے بس ہمارے لئے وہ ہی کافی ہے، اب ہمارے لئے چلّہ کشی کی ضرورت نہیں، بھلا ایسے کیسے ہو سکتا ہے، اگر یہی بات ہے تو پھر نماز روزہ کی بھی کیا ضرورت ہے وہ بھی ہمارے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علی کرم اللہ وجہٗ نے نیز حضرت امام حسینؑ نے ادا کرلی، اب ہم کو نماز پڑھنے، روزہ رکھنے کی ضرورت کیا ہے، اس طریقے کی روایات قائم ہوگئیں تو پھر تبلیغ کا کیا مقصد رہ گیا، پھر مرید کرنے کا کیوں سوال پیدا ہوا۔ محض لباس پہن لینا ڈاڑھی پھیلے رکھ لینا، اور اونچی ٹوپی پہن لینا اسلامی طریقہ رہ گیا۔

ہمارے پیران پیر دستگیر مراقبہ کے حالت میں تھے کہ ابلیس نورانی شکل میں آیا اور بولا کہ اے قادر میں تیری عبادت سے بہت خوش ہوں اور تیرے لئے نماز کی پابندی معاف کرتا ہوں، آپ نے لاحول پڑھی اور وہ نور غائب ہوگیا۔ آپ نے

فرمایا کہ جب نماز ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو معاف نہ تھی تو مجھ پر کیسے معاف ہو سکتی ہے۔ اس تمثیل کو بیان کرنے کا مقصد یہ ہے کہ جب اولیاء انبیاء پر چلہ کشی ضروری تھی تو اب پندرہویں صدی میں صوفیائے کرام پر چلہ کشی کیسے ختم ہوگئی۔ دراصل انکے پیروں نے ان سے چلہ کشی کروائی ہی نہیں یا ان لوگوں نے اپنی تساہلی کی وجہ سے ان کو دھوکے میں رکھا اور خلافت و اجازت اپنی چرب زبانی سے حاصل کرلی اور اب یہ لوگ دنیا کو دھوکہ دینے کے لئے اپنے مریدوں کی تعداد بڑھانے میں لگ گئے تاکہ آمدنی کا ذریعہ بڑھتا رہے، عرس کریں لنگر کھلائیں عوام میں مقبولیت ہوتی چلی جائے۔

اس کام کے لئے پہلے آستانہ کے لئے زمین جائز ناجائز طریقہ سے حاصل کی جاتی ہے آستانہ میں ضروریاتِ زندگی کے سامان اکٹھا کئے جاتے ہیں۔ مختلف ناموں سے حجرے تیار کئے جاتے ہیں خاص طور پر دنیا کو دکھانے کے لئے چلہ کے لئے جگہ بنائی جاتی ہے حالانکہ اس میں کوئی بھی چلہ نہیں کھینچے گا، کبھی کبھار اس میں دو چار گھنٹے آرام فرمایا جائے گا، اور دوسروں کو وہاں جانے سے روکا جائے گا۔ یہ سب کا سب مکر ہے فریب ہے ایسا کرنا سخت گناہ کا مرتکب ہونا ہے۔ لیکن روحانیت سے عاری ایسی فقیری ہے کیا فائدہ۔ نہ تو دنیا والوں کو کچھ فیض پہنچا سکے نہ عاقبت لوگوں کی سنوار سکے۔ بس یہی کہتے ہیں کہ ہمارے اتنے مرید ہیں، ہمارے اتنے معتقدین ہیں۔

کسی نے کوئی کام کہا، بس فرما دیا کہ دعا کریں گے، ہوگیا تو پیر صاحب کی دعا کام کرگئی۔ نہ ہو پایا تو کہہ دیا کہ اللہ کی مرضی۔ اللہ اللہ خیر صلا۔ بھئی یا تو یعقوب جیسا فقیر بن جاؤ کہہ دیا تو کام بن گیا۔ اگر حضرت قبلہ نے

مثال مثول فرمائی تو بات سمجھ میں آگئی کہ یہ کام نہیں ہونا ہے جب کسی نے زیادہ اصرار کیا تو اسکی دل دہی کے لیے تعویز عنایت فرما دیا، کام تو اس کا ویسے بھی ہو جاتا ہے

ماحصل اس تمام تحریر کا یہی ہے کہ اپنے پیر مرشد کی پیروی میں چلّہ کشی ضرور کی جائے کیونکہ یکسوئی سے اللہ کی یاد اللہ کی قربت کا سبب بن جاتی ہے۔ اب میں ان چند چلّوں کا تذکرہ ضروری سمجھتا ہوں جن کو ہمارے حضرت قبلہ اپنے پسندیدہ خلفاء کو کرایا کرتے تھے۔

چلّہ کے لئے یکسوئی ضروری ہے اس لئے اگر مسجد میں معتکف ہو سکتا ہے تو ہو جائے ورنہ اپنے گھر پر ایک جگہ مقرر کر لے۔ چلّہ عام طور پر چالیس دن کا ہوتا ہے کچھ چلّے اس سے کم دنوں کے بھی ہوتے ہیں، یعنی دس دن، گیارہ دن، اکیس دن۔ چلّہ کے دنوں میں روزہ رکھنا ضروری ہے۔ کچھ چلّے جلالی ہوتے ہیں اور کچھ جمالی (رحمانی)۔ جلالی چلّوں کے لئے بڑی احتیاط کی ضرورت ہوتی ہے وہ بغیر اپنے پیر کی اجازت کے ہرگز نہ کرنا چاہیئے کیونکہ اس کے بگڑ جانے کی صورت میں دیوانہ ہو جانے کا ڈر ہے۔

چہل کاف (قادری) کا چلّہ

چہل کاف میں چالیس کاف ہوتے ہیں اور کاف کے ۲۰ عدد مقرّر ہیں اسلئے چالیس کو بیس سے ضرب دیا تو ۴۰ × ۲۰ = ۸۰۰ بس روزانہ ایک نشست میں ۸۰۰ بار، گیارہ گیارہ مرتبہ آگے اور پیچھے درود شریف کے ساتھ پڑھا کریں، دن کو روزہ رکھیں اور رات کو اس کا سلسلہ شروع کریں۔ اکتالیسویں دن دو رکعت نفل پڑھ کر گیارہ مرتبہ یہی چہل کاف درود شریف کے ساتھ پڑھ کر اللہ کے حضور اسکی نورانیت کی دعا کرے اور اب ہر نماز کے بعد تین مرتبہ چہل کاف پڑھنے کا وطیرہ بنالے

جس کام کے لئے پڑھے گا انشاء اللہ تعالیٰ مقبولیت پائے گا۔

ہمارے حضرت قبلہ مریدوں کے دنیاوی مشاغل کی بنا پر ۲۰ شعبان سے یہ چلہ شروع کرواتے اسطرح آخری رمضان کو چلہ ختم ہو جاتا۔ رمضان شریف میں تراویح اور سحری کی وجہ سے اس تعداد کو دو حصوں میں تقسیم کر دیتے ایک حصہ ظہر کے بعد دوسرا عشاء کے بعد۔

اسی طرح آیاتِ قطب شمالی اور آیاتِ قطب جنوبی کے چلے ہیں جنکی تعداد ایک ایک ہزار ہے۔ ان چلوں کے بھی اچھے اثرات ظاہر ہوتے ہیں۔ آیاتِ قطب شمالی کے ان چلوں کے بعد فجر کی نماز کے بعد دائیں طرف رخ کر کے دس مرتبہ پڑھا جاتا ہے اور آیاتِ قطب جنوبی کو بعد نماز مغرب بائیں طرف رخ کر کے دس مرتبہ پڑھا جاتا ہے۔

اسی طرح حضرت غوث پاک کے مرتب کردہ اللہ کے آٹھ ناموں کا چلہ ہوتا ہے۔ ان تمام ناموں کی تعداد کو جمع کر لیا جائے اور اس تعداد کو لیکر آگے پیچھے درود شریف گیارہ گیارہ مرتبہ پڑھ کر ان ناموں کا ورد کیا جائے بعد اختتام چلہ ہر ہر نماز کے بعد کم از کم تین مرتبہ پڑھ لیا جائے۔

ان چلوں کے علاوہ ہم صاحبِ خلافت و اجازت ہونے کی حیثیت سے دوسرے چلے بھی کر سکتے ہیں۔ مثلاً ہمارے حضرت قبلہ کسی دائم المریض کو اللہ الصمد سو مرتبہ لکھ کر دیتے اور اس سے تاکید فرما دیتے کہ ایک ایک ٹکڑا دھو کر صبح و شام پیا کرو۔ چنانچہ اللہ الصمد کا چلہ بھی کھینچا جا سکتا ہے۔ اسی طرح مشہور آیت کریمہ کا بھی چلہ کیا جا سکتا ہے مگر یہ دونوں چلے جلالی ہیں روزوں کے علاوہ ترکِ حیوانات بھی ضروری ہے اسلئے بغیر رہبر کے ان چلوں کو نہ کیا جائے۔

اس تحریر کا مقصد ہرگز یہ نہیں ہے کہ ہمارے پیر بھائی صاحبان یا دوسرے صاحبان جو خلافت یافتہ ہیں پیری مریدی نہ کریں بلکہ بندہ کی تو خواہش ہے کہ اتنے پیر ہو جائیں کہ ہر گلی میں ایک پیر نظر آئے مگر وہ پیر صاحبان اپنے سلسلہ سے بخوبی واقف ہوں، کم ازکم کچھ تعلیم رکھتے ہوں، شریعت اور طریقت میں کم ازکم کچھ تو واقفیت رکھتے ہوں کہ اپنے مریدوں کو کچھ تعلیم دے سکیں، نماز، روزہ کے خود پابند ہوں اور اپنے مریدوں کو اسکی تعلیم دے سکیں اور اس طرح پاکستان میں اسلامی معاشرہ جنم پا سکے، خود سچ بولتے ہوں، غیبت سے بچتے ہوں، لوگوں کو نیکی کی تعلیم دیتے ہوں۔ بس اسی میں دین و دنیا کی بھلائی ہے۔

محض مرید کرلینا، اپنے پیر دبوانا، خدمت کروانا، ہاتھ چھوانا، پاؤں چھوانا ہی تبلیغ نہیں ہے۔ مرید جو چاہے کرتا رہے، سٹا لگائے، جوا کھیلے، نشہ کرے پیر صاحب خاموش رہیں، یہ پیری مریدی کے خلاف ہے۔ ہمارے حضرت قبلہ کا ایسا عمل نہیں رہا، پیر خود ایک اچھا نمونہ ہو اور دوسروں کو اس کی تلقین کرے، کیونکہ مرید آپ کا فرمانبردار ہوتا ہے ضرور عمل کرے گا، اگر اسکو نماز یاد نہیں ہے تو اسکو یاد کروانا آپ کا فرض ہے اس طرح وہ آپ کا نمونہ بن سکے گا۔ یاد رہے کہ مریدوں سے پیر کی شناخت کی جا سکتی ہے ہمارے حضرت قبلہ نے اپنا نمونہ پیش کر دیا اب آپ کا فرض ہے کہ آپ اپنے پیر کے مشن کی تکمیل کریں نام و نمود سے گریز کریں دکھاوا نہ ہمارے حضرت نے کیا نہ آپ کریں یہی دین کا اصول ہے یہی آپ کا فرض ہے۔ ہمارے حضرت قبلہ کا ارشاد ہے کہ ریاضت، عبادت، چلہ کشی، ہمہ اقسام عبادات وغیرہ سلسلہ چلانے سے پہلے کرلیا جائے کیونکہ سلسلہ چلانے کے بعد اسکا موقع میسر نہیں آتا۔

توسیع سلاسل ضروری تو ہے مگر
پیر مرشد تو ہو مگر پیر فغاں نہ ہو

فقط والسلام

وما علینا الا البلاغ

باب پنجم بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سماع

چونکہ ہمارا سلسلۂ عالیہ قادریہ چشتیہ ابوالعلائیہ جہانگیریہ یعقوبیہ ہے اسطرح اس سلسلہ میں تمام کے تمام سلسلے مل گئے ہیں اس میں قادریہ چشتیہ، ابوالعلائیہ خصوصیت کے حامل ہیں۔ ہمارا حلقہ و ذکر واذکار زیادتر قادریہ ہیں۔ مشرب کے طور پر چشتیہ سلسلہ کی سماع کا نہ صرف قائل ہیں بلکہ اس کے دلدادہ بھی ہیں۔ ماہ بہ ماہ یا دوسرے تیسرے ماہ یا سالانہ اس محفل کا اہتمام ضرور رہتا ہے۔ اب رہا سوال کہ سماع جائز ہے، مباح ہے یا حرام، اس کے لئے متقدمین عالموں میں سے حضرت امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ کی کتاب (اکسیر ہدایت) کے باب آٹھویں اصل سماع و وجد کے آداب و حکم کے بیان میں سے ابتدائی چند صفحات کی نقل آخر میں پیش کر رہا ہوں، نیز اپنے مورثِ اعلیٰ مولانا و مفتی، صوفی و صافی و حاجی حضرت سید عبدالحیٔ شاہ صاحب کی کتاب "سیرت فخر العارفین کے چند صفحات برائے جواز سماع پیش کر رہا ہوں قارئین انکے مطالعہ سے جائز ناجائز مباح سب کا فیصلہ اپنے اپنے جذبات کے مطابق خود کرلیں، بندہ اس معاملے میں کسی پر کچھ زور دینا عبث سمجھتا ہوں، کیونکہ اپنا اپنا ذوق ہے، رہا بندہ کا سوال تو نہ تو بندہ عالم ہے نہ جید فقیر محض مقلد ہے شریعت میں علماء کا، طریقت میں اپنے پیر و مرشد کا، اس کے علاوہ بندہ کچھ نہ کہہ سکے گا۔

اب ہم اپنے سلسلۂ عالیہ کے سماع کے متعلق حالات و کیفیات بیان کریں گے پہلے مورثِ اعلیٰ حضرت عبدالحیٔ شاہ صاحب کی محفلوں کا رنگ دیکھئے چونکہ بندہ اس

زمانے میں نہیں تھا لہذا انکے خاص خلیفہ مولوی حکیم سید سکندر علی شاہ صاحب کی لکھی ہوئی کتاب سیرت فخر العارفین سے اس سماع کا نظارہ پیش کرتا ہوں، شائقین اگر چاہیں تو سیرت فخر العارفین کا خود مطالعہ کرلیں کیونکہ میں محض مختصراً اسکو بیان کروں گا اور وہ بھی انہی کی کتاب کی نقل ہوگی (نقل صفحات نمبر ۳۴۹ تا ۳۵۱)

حضرت رضؓ کے تصرّفات و برکات

آپ رضؓ کی خدمت اقدس میں مرید و تلقین ہونے والوں کی تعداد کبھی بمرّۃً واحدۃً ساٹھ ساٹھ، ستّر ستّر تک پہنچ جاتی تھی، تلقین و توجہ عطا فرماتے ہوئے جب آپ رضؓ نعرہ فرماتے تو بیک وقت چشم زدن ہر ایک پر حالت طاری ہوجاتی اور قلب جاری ہوجاتا اور طالبین خدا مرغ بسمل کی طرح تڑپنے لگتے، بعض پر وجد اور حال اور جوش و خروش اس قدر غالب ہوتا کہ ہوش و حواس ظاہری گھنٹوں کے بعد بحال ہوتے۔

مجلس مبارک کی شان آپ رضؓ کے روبرو مجلس وجد و حال قائم ہوتی تو اہل حال کا ادب، جوش و سرمستی میں بھی برقرار رہتا اور صاحب حال ایک دوسرے پر گرتے نہ تھے، بلکہ اپنا بوجھ آپ سنبھال لیتے تھے، اگرچہ وجد و حال نہایت زور و شور اور شدّت و غلبہ کے ساتھ ہوتا تھا جس کی تاثیر سے اکثر صاحب حال، استادہ اور سرو قد بھی ہوجاتے تھے لیکن ابتدا سے لیکر آخر تک اپنے ہی قدموں پر کھڑے رہتے، دوسروں کے سنبھالنے اور سہارا دینے کے محتاج نہ ہوتے اور یہ کبھی نہ دیکھا گیا کہ ایک پر حالت طاری ہے تو دوسرے حاضرین بے ذوق و بے لطف ہو رہے ہوں، بلکہ صاحب حال اہل سماع کا ذوق و حال دوسروں کے لئے خوشگوار اور ایک تحریک

ذوق وشوق ہوتا تھا، اور افسردگان خاموش پرسوزشِ دردِ دل کا حال وارد ہوجاتا ہے

دردِ آہِ سینۂ سوزانِ من سوخت ایں افسردگانِ خام را

جس مجلس میں آپؓ تشریف فرما ہوتے یہ معلوم ہوتا کہ ایک ہنگامہ، ایک حشر برپا ہوگیا۔ چار چار اور پانچ پانچ گھنٹے گذر جاتے اور محفل کا آخر تک وہی رنگ رہتا جو شروع سے تھا۔ اِدھر قوال کے منہ سے پہلا مصرع نکلا اُدھر رحمت الٰہی کا فتح باب ہوا اور جوش ووجد اور ذوق وشوق کا عالم طاری ہوا، نمازِ عشاء کے بعد سے کبھی تو نمازِ فجر تک محفل اسی رنگ پر برپا رہتی، اور قلوبِ ذاکرین پر انوار و برکات کا نزول رات بھر جاری رہتا اور اُن کے ذوق وشوق اور جوش وخروش کو لمحہ بہ لمحہ ترقی ہوا کرتی جو لوگ کہ لذت آشنائے درد اور ذوق آشنائے کیف و حال، بیشتر نہ ہوتے وہ بھی رنگ میں رنگے جاتے۔ یہاں تک کہ منکرین ومخالفین بھی۔ صبغۃ اللہ ومن احسن من اللہ صبغہ اور غبی اور فاسد المزاج بھی سرشارِ بادۂ الست ہوکر اس مجلسِ مبارک سے نکلتے۔

قوال اس دربار شریف میں پیشہ ور قوال نہیں تھے، بلکہ بزرگانِ قدیم کی روش پر درویش اور رفقراء ہمارے حضرتؒ کے قوال تھے، کلام اکثر متقدمین کا پڑھا جاتا تھا۔ اس کے علاوہ وہ کلام مطبوعِ خاطرِ اقدس تھا جو جناب عبدالجلیل صاحب مرحوم دیسی زبان میں لکھا کرتے تھے، نہایت شیریں اور معانی عالیہ سے لبریز، ایسا معلوم ہوتا کہ اس دربارِ جہانگیری کے خسروؒ یہی ہیں۔

عشاء سے صبح تک ایک آواز ان فقراء کے پڑھنے یہ انداز رہا کرتا کہ گھنٹوں قوالی کرتے لیکن نہ آواز میں گرختگی پیدا ہوتی نہ گلے میں بستگی، نہ ان پڑھنے والوں کے جوش وولولہ کا عروج

مائل بہ نزول ہوتا۔ اکثر ایسا ہوا ہے کہ عشاء کے بعد سے جو محفل شروع ہوئی تو صبح تک پڑھنے والے درویش و فقراء اسی رنگ اور اسی انداز میں پڑھتے رہے۔ بعض دفعہ وہ خود بھی مست و سرشار ہو جاتے اور اسی حال میں برابر پڑھتے بھی رہتے۔

دس میل پر آواز سُنی گئی

بعض دفعہ لوگوں نے دس دس میل کے فاصلہ سے اس محفلِ سماع کی آوازیں سنیں اور اس محفلِ پاک میں شریک ہونے کو چلے اور جوں جوں قریب ہوتے گئے ان کے لئے یہ سماع زیادہ پرکیف ہوتا گیا۔

خشک و تار خشک چوب و خشک پوست　　از کجا می آید ایں آوازِ دوست

اختتام سماع کا اشارہ

آپؒ کا معمول تھا کہ اختتام سماع کے لئے دستِ مبارک سے ایک اشارہ فرما دیتے کہ بس! یہ اشارہ کیا ہوتا تھا کہ ایسا معلوم ہوتا کہ الکٹرک سٹی کا بٹن دبا دیا گیا، اور ایک پلک جھپکنے کی دیر میں کچھ سے کچھ ہو گیا۔ جوش اور ہنگامہ اسی وقت رُک جاتا، اور جتنے صاحبِ حال ہوتے آ آ کر آپؒ کے قدموں پر گرتے کسی کو تن من کا ہوش نہ ہوتا۔ آپؒ شفقت و کرم کے دستِ پاک سے اہلِ حال کی پیٹھ پر تھپکی دیتے اور فرماتے ہوش بحال کرو اور ہوش بحال ہو جاتے۔ دستِ مبارک کی ٹھنڈک سوختہ جگر اہل حال کی آتش سوزاں کو سرد کر دیتی اور ایسا معلوم ہوتا کہ تشنگانِ راہِ محبت و عشقِ الٰہی اب جام کوثر و سبیل سے سیراب و کامیاب ہیں۔

دل تھام کے بیٹھو کہ ہماری باری آئی

اب ہمارے حضرت قبلہ کی محفلوں (محفل سماع) کا رنگ ملاحظہ فرمائیے

جب ہمارے حضرت قبلہ کراچی تشریف لائے اور انہوں نے بکرا پیڑی کو اپنا مسکن بنایا تو ابتدا میں چند لوگ داخلِ سلسلہ ہوئے، تھوڑے دنوں میں مریدوں کی تعداد بڑھ گئی، اسی موقع پر حضرت خواجہ غریب نواز کے عرس کا شہرہ ہوا، حضرت قبلہ نے اپنے مریدوں سے اسکا اظہار فرمایا، بس کہنے کی دیر تھی فوراً ہی سب لوگ عرس خواجہ کی تیاری میں لگ گئے۔ آپ کے آستانہ کے سامنے پتلی سڑک تھی۔ آستانہ میں گنجائش نہ تھی اسلئے سڑک پر ہی شامیانہ لگایا گیا۔ گدی سجائی گئی تمام مرید اپنے پیر کے لباس میں محفل میں آئے اور دو رویہ، دو زانو ہو کر بیٹھ گئے قوال نے ساز بجایا اور لا الٰہ الا اللہ کی دُھن نکالی اور سامعین نے ذکرِ خفی شروع کر دیا اب کیا تھا ہر شخص نیم بسمل ہو کر رہ گیا حضرت قبلہ نے یکے بعد دیگرے تمام مریدوں کو اپنے سینے سے لگایا۔ یہ پہلا موقع تھا کہ اس علاقے میں کسی بزرگ نے ایسی محفل کا انعقاد کیا ہو، اسلئے جہاں جہاں تک آواز جاتی لوگ ڈھلان میں پانی کی طرح بہتے چلے آتے یہاں تک کہ گیارہ بجے تک تمام پنڈال عوام سے بھر گیا اور مزید دریاں منگوانی پڑیں۔

اب قوالی آگے بڑھی، حمد اسکے بعد نعت کا نمبر آیا لوگ لوٹ پوٹ ہو رہے تھے اور حضرت قبلہ انکو یکے بعد دیگرے اپنے پاس بلو لیتے یہ نیم بسمل آدمی حضرت قبلہ کے قدموں پر پہنچ کر بالکل خاموش ہو جاتا اور تھوڑی دیر بعد ہوش میں آجاتا اور اپنی جگہ پر جا کر بیٹھ جاتا۔

جب حضرت خواجہ غریب نواز کی شان میں حضرت امیر خسرو کا کلام پڑھا گیا تب تو ساری محفل میں قیامت برپا تھی، آہ و بکا کی آوازیں عوام الناس

میں ایک ہیجان پیدا کر رہی تھیں جب قوال نے اس غزل کو اٹھایا کہ

کھیلو رے چشتیو ہولی کھیلو

بس ایک کیفیت تھی ایک جوش تھا، ہر شخص رقص و سرود میں مست تھا ایسا معلوم ہوتا تھا کہ محفل قابو سے باہر ہو چکی ہے مگر حضرت قبلہ کے ایک اشارہ میں کون سا جادو تھا کہ حضرت جس شخص کی طرف اشارہ فرماتے زخمی شکار کی طرح حضرت قبلہ کے مرید کے ساتھ ہو لیتا اور حضرت قبلہ کے قدموں میں گر جاتا۔

جب حضرت خواجہ غریب نواز کی شان بیان ہو چکی تو پھر غزلیات کا نمبر آیا۔ کوئی محفل سے اٹھنے کا نام تک نہ لیتا، یہاں تک کہ فجر کا وقت آنے لگا۔ حضرت قبلہ نے سلام پڑھنے کو کہا تمام حضرات مؤدب بیٹھ گئے۔ اُدھر سلام پڑھا جا رہا تھا ادھر لوگوں کی آنکھوں میں آنسو بہتے ہوئے ریش مبارک تک آ رہے تھے۔

بعد ختم سلام حضرت قبلہ نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے۔ ادھر دعا ختم ہو رہی تھی اُدھر فجر کی اذان شروع ہوئی۔

اب صبح قل ہوگا اسکی محفل الگ ہوگی۔ بعد نماز فجر قرآن خوانی ہوئی، اب لنگر تیار ہو چکا تھا۔ قل کی تیاری شروع ہوئی۔ سب لوگ مؤدب پنڈال میں بیٹھ گئے، مخصوص آیات قرآنی پڑھی گئیں، شجرہ شریف اور مناجات پڑھی گئی۔ اب حضرت قبلہ نے ایصالِ ثواب کے لئے ہاتھ اٹھائے، ساری محفل نے آپ کے الفاظ دل میں دہرائے۔ اسکے بعد آپ نے دوبارہ ہاتھ اٹھائے سامعین اور مسلمانانِ عالم کے لئے دعا فرمائی۔ اب بیٹھے ہوئے قوالوں [illegible] معلوم ہوتا تھا کہ جیسے خود

خواجہ صاحب، حضرت نظام الدین اولیا خود حضرت یعقوب علی شاہ کے بھیس میں کھڑے ہیں ہر شخص ایک عجیب کیفیت میں تھا، کافی دیر کے بعد حضرت قبلہ نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے، سب لوگ خاموشی سے اپنی اپنی جگہ پر بیٹھ گئے اور دعا میں شامل ہو گئے، اس طرح آپ کی یہ پہلی محفل کراچی میں واقع ہوئی۔ اس کے بعد لنگر تقسیم ہوا اور سب لوگ دست بوسی اور قدم بوسی کے بعد اپنے گھروں کو چلے گئے۔ منتظمین صاحبان وہیں پر مقیم رہے جس کا جو کام تھا جب اس نے اپنا کام کر لیا تو حضرت قبلہ سے اجازت لے کر اپنے گھر گیا۔ یہ تھی آپ کی کراچی میں پہلی محفل سماع۔

جب حضرت صوفی حاجی محمد حسن شاہ صاحب (دادا پیر) کا وصال ہوا تو آپ کے چالیسویں میں محفل سماع منعقد ہوئی، اب سامعین کی تعداد میں خاصا اضافہ ہوا، اور آپکے سالانہ عرس میں اس سے بھی زیادہ اجتماع ہوا اور وہاں سڑک میں گنجائش کم رہی تو پھر عرس شریف کو لانڈھی نمبر ۵ میں منتقل کرنا پڑا۔ اب پوسٹر بھی چھپوانے پڑے، کم و بیش بیس شامیانوں کا انتظام کرنا پڑا، اب اجتماع بھی زیادہ ہونے لگا۔ بڑے بڑے مشائخ اور صوفی حضرات آنے لگے۔ ہمارے حضرت قبلہ کی محفل میں اگر کسی کو کسی خاص شعر پر کیفیت ہوتی تو اس شعر کی تکرار شروع ہو جاتی تاکہ وجد میں آنے والا اپنی پوری حسرت نکال لے اور وہ خود بخود حضرت قبلہ کے قدموں پر گر جاتا۔ اگر کوئی نووارد حال کھیلنے کھڑا ہو جاتا اور الٹے سیدھے ہاتھ مارنا شروع کر دیتا تو حضرت قبلہ اس کو سنبھالنے کے لئے تین چار آدمیوں کا گھیرا بنوا دیتے اور اسکو گھما دینے کا حکم صادر فرماتے اور اسکے ہاتھ دائیں بائیں جانب کے بجائے اوپر کی طرف کروا دیتے اور اسطرح

تھوڑی دیر میں وہ خود بخود کھڑے ہوئے حضرات میں سے کسی ایک کے سینے سے لگ جاتا اور وہ اسکو حضرت قبلہ کے پاس لے آتا۔

جب آستانہ عالیہ رفاہ عام سوسائٹی کے قریب حسن مصطفےٰ ٹاؤن میں منتقل ہوا تو یہاں پر کافی گنجائش کے علاوہ تمام باتوں کی سہولتیں بہم پہونچ گئیں۔ رات کو چائے، لسی، شربت والے اپنے اپنے اسٹال لگانے لگے۔ اور اب چار دن کا عرس ہونے لگا۔ اور چاروں دن رونق رہنے لگی، سجاوٹ بھی ہونے لگی اور لوگوں کے ٹھہرنے کے لئے دالان اور چھوٹے چھوٹے کمرے بن گئے۔

اگرچہ آپ کا وصال ہو چکا ہے مگر آستانہ کی رونق دن دونی رات چوگنی ہوتی جارہی ہے۔ یہ سب ہمارے حضرت قبلہ کا کرم ہے اور آپ کی روحانی قوت کا نتیجہ ہے۔

نمی دانم کہ چوں آخر دم دیدار می رقصم :. مگر نازم بہ ایں ذوقِ کہ پیشِ یار می رقصم
خوشا رندی کہ پا مالش کنم صد پارسائی را :. زہے تقویٰ کہ من با جبہ و دستار می رقصم
تو آں قاتل کہ از بہر تماشا خونِ من ریزی :. من آں بسمل کہ زیرِ خنجرِ خونخوار می رقصم

منم عثمان ھارونی کہ یارِ شیخ منصورم
ملامت می کند خلقے و من بردار می رقصم

اب میں جوازِ سماع و وجد کے سلسلے میں حضرت امام غزالیؒ کی کتاب اکسیر ہدایت (کیمیائے سعادت) سے کچھ صفحات کی نقل پیش کر رہا ہوں ملاحظہ فرمائیے:

سماع اور وجد کے آداب اور حکم سماع کے بیان میں

سماع کے مباح ہونے کے بیان میں اور اُس چیز کے بیان میں جو اسمیں

سے حلال ہے اور جو حرام ہے۔ اے عزیز اس بات کو جان اور اس حال کو پہچان کہ آدمی کے دل میں حق تعالیٰ کا ایک بھید ایسا پوشیدہ ہے اور نہاں ہے جیسے آگ لوہے اور پتھر کے درمیان ہے۔ جسطرح لوہا پتھر پر مارنے سے وہ آگ نکلتی ہے اور صحرا میں لگ جاتی ہے اسی طرح اچھی اور موزوں آواز سننے سے آدمی کے دل کو جنبش ہوتی ہے اور بے اختیار دل میں ایک چیز پیدا ہوتی ہے عالم علوی جسے عالم ارواح کہتے ہیں اس کے ساتھ گو ہر آدمی کو جو مناسبت ہے وہ دل ہلانے اور بے اختیار ایک چیز پیدا ہو جانے کا سبب اور جہت ہے اور عالم علوی عالم حسن وجمال ہے اور اصل حسن وجمال تناسب ہے اور جو چیز متناسب ہے وہ اُس عالم کے جمال سے کسی کام کی نمود ہے اور اس عالم محسوس میں جو حسن وتناسب ہے۔ وہ اُس عالم حسن وجمال کا ثمرہ ہے تو اچھی اور موزوں متناسب آواز بھی اُس عالم کے عجائبات سے مشابہت رکھتی ہے اسی سبب سے آگاہی دل میں پیدا کرتی ہے۔ اور ایک حرکت اور شوق پیدا کر دیتی ہے۔ باشد کہ آدمی خود نہ جانے کہ وہ کیا ہے، یہ بات اُس دل میں پیدا ہوتی ہے جو سادہ ہو، اور جب عشق وشوق کی طرف چلے اُس سے خالی ہو، لیکن اگر دل خالی نہ ہو اور کسی چیز کے ساتھ مشغول ہو، تو جس چیز کے ساتھ دل مشغول ہوتا ہے اچھی آواز سننے سے وہ چیز اس طرح حرکت میں آتی ہے جیسے پھونکنے سے آگ زیادہ بھڑک جاتی ہے، جس کسی کے دل میں حق تعالی کے شوق کی آگ ہو اُس کے واسطے سماع ضرور ہے تاکہ وہ آگ اور زیادہ تیز

ہوجائے اور جس کے دل میں محبت باطل ہے اس کے لئے سماع حرام اور زہر قاتل ہے۔ اس میں علماء کا اختلاف ہے کہ سماع حرام ہے یا حلال۔ جس عالم نے حرام کہا ہے وہ فقط اہلِ ظاہر ہے کیونکہ اُسے یہ مشخص ہی نہیں ہوا کہ درحقیقت خدا کی محبت آدمی کے دل میں نزول فرماتی ہے کیونکہ وہ عالم یہ کہتا ہے کہ آدمی اپنے جنس ہی کو دوست رکھ سکتا ہے جو چیز اُس کی جنس سے نہ ہوگی اور نہ کوئی شے اُس چیز کے مانند ہوگی اُسے آدمی کیونکر دوست بنا سکے گا تو اس عالم کے نزدیک مخلوق کے عشق کے سوا اور کوئی عشق ہونے کی صورت ممکن ہی نہیں اور اگر عشقِ خالق دل میں صورت پکڑے بھی تو خیالِ تشبیہی کی وجہ سے اس کے نزدیک وہ باطل ہے اسی سبب سے وہ کہتا ہے کہ سماع یا کھیل ہے یا مخلوق کے عشق سے ہے اور یہ دونوں باتیں دین میں مذموم اور بری ہیں۔ جب اس سے پوچھتے ہیں کہ خدا کی دوستی اور محبت جو خلق پر واجب ہے اُس کے کیا معنی ہیں تو کہتا ہے کہ فرمانبرداری اور عبادت گزاری اسکے معنی ہیں اور اس قوم کو یہ بہت بڑی خطا واقع ہوئی ہے۔ رُکنِ منجیات میں جہاں محبّت کا بیان لکھا ہے وہاں اسے ہم بیان کریں گے، یہاں ہم یہ کہتے ہیں کہ سماع کا حکم دل سے لینا چاہئے اس واسطے کہ جو چیز دل میں نہ ہو سماع اسے دل میں پیدا نہیں کرتا ہے بلکہ جو کچھ دل میں ہوتا ہے اُسکو حرکت دیتا ہے اور جس شخص کے دل میں ایسی چیز ہے جو شرع میں محبوب ہے اور اس کا قوی ہوجانا مطلوب ہے جب سماع اس چیز کو اور زیادہ قوی کر دیگا تو سننے والے کو ثواب ہوگا، اور جس شخص کے دل میں ایسی باطل چیز ہے جو شرع میں مذموم اور بری ہے سننے والے کو سماع سے عذاب ہوگا اور جس کا دل دونوں سے خالی ہے مگر کھیل کے طور پر سنتا ہے، اور طبیعت کے حکم سے لذّت پاتا ہے اسکے واسطے سماع مباح ہے تو سماع کی تین

قسمیں ہیں۔ پہلی قسم یہ ہے کہ آدمی غفلت کے ساتھ کھیل کے طور پر سنے، یہ اہلِ
غفلت کا طریقہ ہے اور دنیا بالکل لہو اور بازی ہے تو سماع کی قسم بھی اسی میں
سے ہو گی اور یہ کہنا روا نہیں ہے کہ چونکہ سماع خوش ہے اور اچھا معلوم ہوتا ہے
اس سبب سے حرام ہے کیونکہ سب خوشیاں حرام نہیں اور خوشیوں میں جو
خوشی حرام ہے وہ اس وجہ سے حرام نہیں کہ خوش ہے اور اچھی معلوم ہوتی ہے
بلکہ اس باعث سے حرام ہے کہ اُس میں کچھ ضرر اور فساد ہوتا ہے اسواسطے
کہ چڑیوں کی آواز بھی خوش ہے اور مرغوب ہوتی ہے حالانکہ حرام نہیں ہے
بلکہ سبزہ اور آبِ رواں اور گل و شگوفہ کی سیر یہ سب خوش اور اچھی معلوم ہوتی ہے
اور حرام نہیں ہے، تو اچھی آواز کان کے حق میں ایسی ہے جیسے آنکھ کے حق
میں سبزہ اور آبِ رواں اور ناک کے حق میں بُوئے مشک اور زبان کے
حق میں اچھا کھانا اور عقل کے حق میں اچھی اچھی حکمتیں اور آنکھ ناک زبان
عقل ان میں سے ہر ایک کو سبزہ خوشبو وغیرہ سے ایک نوع کی لذّت ہے
تو منجملہ ان کے سماع کیوں حرام ہو گا، خوشبو سونگھنا کھیل اور سبزہ وغیرہ کی سیر
حرام نہیں ہے اُس پر یہ دلیل ہے کہ اُم المؤمنین حضرت بی بی عائشہ صدیقہ
رضی اللہ تعالیٰ عنہا روایت فرماتی ہیں کہ عید کے دن مسجد میں حبشی کھیل اور بازی
کرتے تھے رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا کہ تم چاہتی ہو کہ دیکھو میں
نے کہا ہاں چاہتی ہوں آپ دروازے پر کھڑے ہوئے اور دستِ مبارک
بڑھائے حتی کہ میں نے اپنی ٹھوڑی آپ کے دستِ مبارک پر رکھی اور اتنی
نظارت اور سیر کی کہ آپ نے کئی بار فرمایا کہ بس نہ کرو گی، میں نے کہا نہیں
اور یہ حدیث صحیح میں ہے اور ہم پہلے اس کتاب میں بیان کر چکے ہیں۔ اور
اس حدیث سے پانچ اجازتیں اور رخصتیں معلوم ہوئیں ایک یہ کہ کھیل اور لہو اور

سیر اگر گاہ گاہ ہو تو حرام نہیں ہے اور حبشیوں کا کھیل رقص و سرود تھا دوسرے
یہ کہ مسجد میں بازی کرتے تھے، تیسرے یہ کہ حدیث میں ہے کہ رسول مقبول صلی اللہ
علیہ وسلم جس وقت حضرت بی بی عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو وہاں لے گئے تو فرمایا
دُونَکُمْ یَا بَنِیْ اَرْفَدَۃَ یعنی کھیل میں مشغول ہو اور یہ حکم ہے تو جو چیز حرام ہوتی
اس کا آپ کیوں حکم فرماتے، چوتھے یہ کہ آپ نے حضرت بی بی عائشہ رضی اللہ
عنہا سے پہل کی اور فرمایا کہ تم چاہتی ہو کہ دیکھو اور فرمانا تقاضا ہے، یہ ویسا
نہیں ہے کہ وہ دیکھتی ہوتیں اور آپ خاموش رہتے تو ممکن تھا کوئی یہ کہتا کہ
آپ نے ان کو رنجیدہ کرنا نہ چاہا کیونکہ رنجیدہ کرنا بدخوئی ہے، پانچویں یہ کہ آپ
خود حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ساتھ دیر تک کھڑے رہے باوصف
اسکے کہ نظارہ بازی آپ کا کام نہ تھا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عورتوں اور
لڑکوں کی موافقت کے واسطے کام کرنا خُلقِ نیک ہے تاکہ ان کا دل خوش
ہو اور اپنے تئیں کھینچنے اور پارسائی جتانے سے یہ بہتر ہے۔ اور حدیث صحیح
میں ہے کہ ام المومنین حضرت بی بی عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا روایت
فرماتی ہیں کہ میں لڑکی تھی اور لڑکیوں کی عادت کے موافق میں گڑیاں گڈے
سنوارتی اور چند لڑکیاں بھی آتیں جب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم تشریف
لاتے تو اور لڑکیاں تو بھاگ جاتیں، حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کو میرے پاس
بھیج دیتے ایک دن آپؐ نے ایک لڑکی سے پوچھا کہ یہ گڑیاں کیا چیز ہیں۔؟
اس نے عرض کیا کہ یہ میری بیٹیاں ہیں آپؐ نے فرمایا کہ ان کے درمیان یہ
بندھا کیا ہے اُس نے عرض کی کہ یہ اُن گڈوں کا گھوڑا ہے آپؐ نے فرمایا
کہ ان گھوڑوں کے اوپر یہ کیا ہے، اس نے عرض کی کہ یہ پر و بال ہیں حضرت
حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ گھوڑے کے پر و بال کہاں سے آئے

اس نے عرض کی کہ آپ نے نہیں سنا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام
کا گھوڑا باپر و بال تھا، بس رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم ہنس پڑے حتیٰ کہ آپ کے
سب دندانِ مبارک کھل گئے اور یہ حدیث میں نے اسواسطے روایت کی

تاکہ معلوم ہو جائے کہ پرہیزگاری جتاتا اور تُرش رُو ہونا اور اپنے تئیں ایسے کاموں
سے سمیٹنا دین میں سے نہیں ہے خصوصاً لڑکوں سے اور اس شخص سے جو
اپنے لائق کام کرے اور وہ کام اُس سے بُرا اور نازیبا نہ ہو اور یہ حدیث اسکی
دلیل نہیں ہے کہ تصویر بنانا درست ہے، اسواسطے کہ لڑکیوں کے کھلونے
لکڑی اور کپڑے کے ہوتے ہیں اور پوری صورت نہیں رکھتے ہیں اس واسطے
کہ حدیث میں ہے کہ گھوڑے کے بال کپڑے کے تھے، اُم المومنین حضرت
بی بی عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا یہ بھی روایت کرتی ہیں کہ عید کے دن دو
کنیزیں میرے پاس دف بجا کر گاتی تھیں، رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم میرے
پاس تشریف لائے اور دوسری طرف منہ کر کے بچھونے پر سو رہے۔ حضرت
ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف لائے اور ان کنیزوں کو زجر کیا اور کہا کہ
رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے دولت خانہ میں مزمار شیطان، پس رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اے ابوبکرؓ ان سے دست بردار ہو کہ آج عید کا
دن ہے تو اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دف بجا کر گانا مباح ہے اور اس میں
شک نہیں کہ رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے گوشِ مبارک میں آواز پہونچی
تھی تو آپؐ کا سننا اور حضرت ابوبکر رضؓ کو اُسکے انکار سے منع فرمانا اسکے مباح ہونے
پر دلیل صریح ہے۔ دوسری قسم یہ ہے کہ دل میں کوئی بری صفت ہو
جس طرح کسی کے دل میں کسی رنڈی یا لونڈے کی محبت ہو اور اسکے سامنے سماع

میں مشغول ہو تاکہ لذّت زیادہ ہو یا اُسکے پیٹھ پیچھے اُسکے وصال کی امید میں مشغولِ
سماع ہو تاکہ شوق بڑھے یا ایسا گانا سنے جس میں زلف اور خال اور جمال کا ذکر
ہو اور گانا سننے والا اپنے معشوق لونڈے رنڈی کا خیال باندھے تو یہ سماع حرام
ہے اور اکثر جوان لوگ انھیں میں سے ہوتے ہیں۔ یہ سماع اس واسطے
حرام ہے کہ عشقِ باطل کی آگ تیز کر دیتا ہے جس آگ کا بجھانا واجب ہے
اس کا بھڑکانا کیونکر درست ہوگا۔ لیکن اگر اُسے یہ عشق اپنی جورو یا لونڈی کے
ساتھ ہے تو یہ راگ منجملہ تمتّع دنیا ہے جب تک طلاق دے یا بیچ ڈالے تب
تک مباح ہے پھر حرام ہو جائے گا۔ تیسری قسم یہ ہے کہ دل میں کوئی
اچھی صفت ہو کہ سماع اس صفت کو قوت دیتا ہے اور یہ چار نوع سے ہوتا ہے
پہلی نوع کعبہ اور جنگل کی صفت میں حاجیوں کے اشعار گائے جائیں تاکہ خانۂ خدا
کے شوق کو دل میں جنبش دیں اور بلائیں تو جس شخص کا حج کو جانا درست ہے
اس کے حق میں یہ سماع باعثِ اجر و ثواب ہے لیکن جس شخص کے ماں
باپ اجازت نہ دیں یا اور کسی وجہ سے اُسے حج کرنا نہ چاہیئے تو اُسے درست
نہیں کہ سماع کرے اور یہ آرزو اپنے دل میں قوی اور مضبوط کرے لیکن یہ کہ
جانتا ہو کہ اگر شوق زیادہ ہوگا تو وہ اس بات پر قادر ہے کہ نہ جائے اور اپنے
حال پر قائم رہے اور غازیوں کا سرود و سماع بھی اُسکے قریب قریب ہے کہ
خلق خدا کے دشمنوں کے ساتھ لڑنے کا اور خدا کی محبت میں ہتھیلی پر جان
رکھنے کا آرزومند کرتے ہیں اور یہ بھی ثواب ہے اور جیسے اشعار لڑائی میں پڑھنے
کی عادت ہے تاکہ مرد دلیر ہوں اور لڑائی میں شیر ہوں اور خوب لڑیں تو اگر
کافروں سے لڑائی ہو تو [illegible]

ہو ہو تو یہ حرام ہے۔ دوسری نوع سرودِ نوحہ ہے جو رونا لاتا ہے، دل میں رنج بڑھاتا ہے اس میں بھی ثواب ہے اگر اپنے ایمان میں جو تقصیر کرتا ہے اُس پر اور جو گناہ کئے ہیں اُن پر اور جو درجاتِ عالی اور حق تعالیٰ کے خوشی فوت ہوئی اُس پر نوحہ کرے جیسا حضرت داؤد علیٰ نبینا و علیہ السلام کا نوحہ تھا اور اگر دل میں رنج کرنا حرام ہے تو اس پر نوحہ کرنا بھی حرام ہے جیسے اس کا کوئی عزیز، قریب دوست آشنا مرگیا ہو اسواسطے کہ حق تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے لِکَیْلَا تَاْسَوْا عَلٰی مَا فَاتَکُمْ جو گذر گیا اس پر رنج نہ کرو اور اگر کوئی قضائے الٰہی سے کراہت رکھتا ہو اس سبب سے اندوہ گین ہو کر نوحہ کرے تاکہ وہ رنج واندوہ زیادہ ہو جائے تو یہ حرام ہے اسی سبب سے نوحہ گر کی اجرت حرام اور وہ گنہگار ہے اور جو کوئی وہ نوحہ سنے گا وہ بھی گنہگار ہوگا، تیسری نوع یہ ہے کہ دل میں خوشی ہو اسے زیادہ کرنے کے واسطے سماع میں مشغول ہو تو اگر ایسی چیز پر خوشی ہے جس پر خوش ہونا مباح ہے تو یہ سماع بھی صثواب ہے جیسے عروسی ولیمہ اور عقیقہ کی خوشی یا لڑکا پیدا ہونے کے وقت خوشی یا ختنہ کرنے کی یا سفر سے پھر آنے کی خوشی، جیسا کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ منوّرہ میں پہونچے تو لوگ آئے اور دف بجا بجا کر خوشی کی اور یہ شعر گایا۔ طَلَعَ الْبَدْرُ عَلَیْنَا مِنْ ثَنِیَّاتِ الْوَدَاعِ ۔ وَجَبَ الشُّکْرُ عَلَیْنَا مَا دَعَیٰ لِلّٰہِ دَاعٍ - اسی طرح عید کے دنوں میں خوشی کرنا درست ہے اور اس سبب سے سماع بھی درست ہے۔ اسی طرح جب دوست موافقت کے ساتھ بہم بیٹھیں اور کھانا کھائیں اور چاہیں کہ ایک دوسرے کو خوشوقت کریں تو سماع اور ایک کو دوسرے کی وجہ سے خوشی کرنا درست ہے، چوتھی نوع اور یہی اصل ہے کہ کسی کے دل

پر خدا کی محبت غالب ہو کر عشق کے مرتبہ پر پہونچ گئی ہو اس کے واسطے سماع
ضرور ہے اور شاید بہتیری رسمی نیکیوں سے اس کا اثر زیادہ ہو اور جس چیز کے
سبب سے خدا کی دوستی زیادہ ہو اس کا اجر بھی زیادہ ہے، صوفیوں کا سماع
اصل میں اسی سبب سے تھا اگرچہ اب ان لوگوں کے سبب سے سماع رسم ہو گیا
ہے جو ظاہر میں تو صوفیوں کی صورت پر ہیں اور باطن میں ان کے مذاق اور معنی
سے بے بہرہ اور مفلس ہیں، آتش عشق الہٰی بھڑکانے میں سماع بہت بڑا اثر رکھتا
ہے، صوفیہ میں کوئی تو ایسا ہوتا ہے کہ سماع میں اسے مکاشفات ہوتے ہیں اسکے
سبب سے وہ لطف حاصل ہوتا ہے جو بے سماع کے نہیں ہوتا وہ احوالِ لطیف
جو عالم غیب سے سماع کی بدولت ان لوگوں پر طاری ہوتے ہیں اسے یہ لوگ وجد
کہتے ہیں اور ہوتا یہ ہے کہ ان لوگوں کا دل حالتِ سماع میں ایسا پاک اور صاف
ہو جاتا ہے جیسے چاندی آگ پر رکھنے سے صاف ہو جاتی ہے، سماع دل میں
آگ لگا دیتا ہے یہ حرارت اور رفع کدورت جو سماع سے حاصل ہوتی ہے
بہتیری ریاضتوں سے نہیں حاصل ہوتی۔ روح انسان کو عالم ارواح سے جو مناسبت
سری ہے سماع اس مناسبت کو حرکت دیتا ہے حتیٰ کہ ایسا ہوتا ہے کہ روح کو اس
عالم سے بالکل لے لیتا ہے یہاں تک کہ جو کچھ اس عالم میں ہوتا ہے صوفی کو اس کی
مطلق خبر نہیں ہوتی اور ایسا بھی ہوتا ہے کہ صوفی کے اعضاء کی قوت ساقط ہو جاتی ہے
اور وہ گر پڑتا ہے اور بے ہوش ہو جاتا ہے ان حالات میں سے جو ٹھیک ٹھیک اور
اصل اصل حال ہے اُس کا بہت بڑا درجہ ہے اور جس حاضر محفل کو اُس حال کا ایمان
اور اعتقاد ہوتا ہے وہ بھی اس کی برکتوں سے محروم نہیں رہتا لیکن اس میں غلط اکثر
ہے اور سمجھ میں خطا بہت واقع ہوتی ہے اسکے حق و باطل کی پہچان وہ پیر جانیں جو

پکے اور واقف کار ہوں مرید کو یہ اختیار نہیں کہ اپنے میں بے خواہش پیدا ہوئے از سر خود سماع میں مشغول ہو، حضرت شیخ ابوالقاسم گورگانی قدس سرہٗ کے مریدوں میں علی حلاّج نامی ایک مرید تھے انہوں نے سماع کے بارے میں اجازت چاہی شیخ نے فرمایا کہ تین دن تک کچھ نہ کھا پھر تیرے واسطے لوگ عمدہ کھانا پکائیں اگر تو کھانے کی رغبت نہ کرے اور سماع کو اختیار کرے تو یہ سماع کی خواہش برحق ہے اور تجھے اختیار ہے لیکن جس مرید کو ہنوز احوالِ دل نہ کھلا ہو اور معاملہ کے سوا اور کوئی راہ نہ جانتا ہو یا احوالِ دل تو کھلا ہو لیکن اُس کی خواہش بالکل گشتہ اور شکستہ نہ ہوئی ہو تو پیر کو واجب ہے کہ اسکو سماع سے منع کرے کہ اسکے حق میں نفع سے زیادہ نقصان ہوگا۔ اے عزیز از جان اس بات کو جان کہ جو شخص صوفیوں کے سماع اور وجد اور حال کا انکار کرتا ہے اپنی تنگدلی اور کم ظرفی کی وجہ سے انکار کرتا ہے اور اس انکار میں معذور اور بیقصور ہے اسواسطے کہ جو چیز خود اسے حاصل نہیں ہے اُس ایمان لا سکنا بھی اُسے مشکل ہے، اسکی یہ مثال ہے جیسے مخنّث کا حال ہے مخنّث اس بات کو نہیں باور کرتا کہ صحبت کرنے میں بڑی لذت ہے اسواسطے کہ قوتِ شہوت سے آدمی اس لذت کو پا سکتا ہے، چونکہ مخنّث کے واسطے خدا نے شہوت ہی نہیں پیدا کی تو وہ کیونکر لذتِ صحبت کو جانے سبزہ و آب رواں دیکھنے سے جو لذت ہوتی ہے اگر اندھا اس سے انکار کرے تو کیا تعجب کیونکہ خدا نے اسے آنکھ ہی نہیں دی جس سے وہ نظارہ بازی کی لذت کو پہچان سکے۔ ریاست، سلطنت فرمانروائی ملک داری کی جو لذت ہوتی ہے اس سے اگر لڑکا انکار کرے تو کیا عجب کہ وہ کھیل جانے ملک داری کی لذت کیا پہچانے۔ اے برادر اس بات کو معلوم کر کہ عاقل

ہو خواہ جاہل احوال صوفیہ سے انکار کرنے میں لڑکوں کی مانند ہے کہ جس چیز کے مرتبہ کو ابھی نہیں پہونچے ہیں اس سے انکار کرتے ہیں اور جو شخص کچھ بھی مایۂ زیرکی رکھتا ہے وہ اقرار کرتا ہے اور کہتا ہے کہ گو مجھے یہ حال نہیں ہے لیکن یہ جانتا ہوں کہ صوفیوں کو ہے، بارے اس بات کا ایمان تو رکھتا ہے اور اس حال کا ہونا روا رکھتا ہے لیکن جو شخص ایسا ہو کہ اسے خود جو بات معلوم نہیں اور اس بات کو اوروں کے لئے بھی محال جانتا ہے وہ بڑا احمق ہے اور ان لوگوں میں سے ہے جنکی شان میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَاِذْ لَمْ یَهْتَدُوْ بِهٖ فَسَیَقُوْلُوْنَ هٰذَا اِفْكٌ قَدِیْمٌ

فصل :۔ اے عزیز جان تو کہ سماع کو جہاں ہم نے مباح کہا ہے وہاں بھی پانچ سبب سے حرام ہو جاتا ہے اور ان پانچوں سبب سے حذر کرنا چاہیئے پہلا سبب یہ ہے کہ عورت مرد سے سنے کہ وہ محل شہوت ہیں یہ سماع حرام ہے اگرچہ کسی سننے والے کا دل خدا کے کام میں بھی مستغرق ہو چونکہ شہوت اصل خلقت میں ہے اور اچھی صورت نظر آئے گی تو شیطان اُسکی مدد کو اٹھ کھڑا ہوگا اور سماع شہوت کا تابع ہو جائے گا تو جو امر محل شہوت نہ ہو اس سے سماع مباح ہے اور جو عورت زشت رو بھی ہو تو اگر اسے دیکھے گا تو اس سے سماع مباح نہیں اس واسطے کہ عورت کیسی ہی ہو اس پر نظر ڈالنا حرام ہے لیکن اگر پردے کی آڑ سے آواز سنے تو اگر فتنۂ عشق و زنا کا خوف ہو تو حرام ہے ورنہ مباح اس پر یہ دلیل ہے کہ ام المومنین حضرت بی بی عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر میں دو کنیزیں گاتی تھیں اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم انکی آواز بیشک سنتے تھے تو ونڈیوں کی آواز عورت نہیں، جیسے لونڈوں کا چہرہ عورت نہیں ہے یعنی جس طرح لونڈوں کو اپنا چہرہ چھپانا فرض نہیں اور لوگوں کو

ان کے چہرہ پر نظر ڈالنا حرام نہیں ہے اسی طرح عورتوں کو اپنی آواز بند رکھنا
فرض نہیں اور مردوں کو انکی آواز سننا حرام نہیں ہے لیکن لونڈوں کو شہوت سے
دیکھنا جہاں فتنۂ لواطت کا خوف ہو حرام ہے اور عورتوں کی آواز کا بھی یہی حال
ہے یعنی جہاں فتنۂ عشق و زنا کا خوف ہو تو عورت کی آواز سننا حرام ہے اور یہ
حکم بمقتضائے حال بدلتا رہتا ہے اسواسطے کہ کوئی تو اپنے اوپر مطمئن اور امین ہوتا
ہے اور کوئی ڈرتا ہے اور یہ بات ایسی ہے جیسے روزہ میں اپنی جورو کا بوسہ لینا
اس شخص کو تو حلال ہے جو شہوت سے مطمئن اور امین ہو، اور اس شخص کو حرام
ہے جو یہ ڈرتا ہو کہ شہوت مجھے مباشرت کی بلا میں ڈال دے گی یا یہ ڈرتا ہو کہ
فقط بوسہ لینے سے مجھے انزال ہو جائے گا۔ دوسرا سبب یہ ہے کہ سرود کے
ساتھ رباب، چنگ، بربط اور رود یا نائے عراقی میں سے کچھ ہو اسواسطے کہ رود
کی نہی آئی ہے نہ اس سبب سے کہ وہ خوش اور موزوں ساز ہے کیونکہ اگر
کوئی ناخوش اور ناموزوں بھی بجائے تو بھی حرام ہے بلکہ اس وجہ سے حرام
ہے کہ شراب خوروں کی عادت ہے اور جو چیز شراب خوروں کے ساتھ
خاص ہے اس کو شراب کی تبعیت میں حرام کر دیا ہے اسوجہ سے کہ وہ چیز
شراب کو یاد دلائے گی اور اسکی آرزو کو حرکت دیگی لیکن طبل، شاہین
اور دف اگرچہ اس میں جلاجل ہوں تو بھی حرام نہیں ہیں، اس واسطے کہ ان کے باب
میں کچھ حکم نہیں آیا ہے اور یہ رود کی مثل نہیں ہے کیونکہ یہ شراب خوروں کے شعار
نہیں ہیں تو ان کو رود پر قیاس نہیں کر سکتے ہیں، بلکہ دف خود جناب رسول خدا صلی اللہ
علیہ وسلم کے سامنے لوگوں نے بجایا ہے اور شادی عروسی میں دف بجانے کو
آپ نے فرمایا ہے تو دف میں جلاجل بڑھا دینے سے حرام نہیں ہو جاتا اور

حاجیوں اور غازیوں کے طبل بجانا خود رسم ہے مگر مخنثوں کا طبل حرام ہے کیونکہ
یہ ان کا شعار ہے اور یہ طبل لمبا ہوتا ہے بیچ میں پتلا اور سرے چوڑے یعنی ہڑک
کی صورت لیکن شاہین کسی قسم کا ہو حرام نہیں ہے اس واسطے کہ چرواہوں کی عادت
تھی کہ بجایا کرتے تھے۔ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں
کہ شاہین کے حلال ہونے پر یہ دلیل ہے کہ اس کی آواز رسول مقبول صلی اللہ
علیہ وسلم کے گوش حق نیوش میں پڑی آپ نے کانوں میں انگلی دے لی اور حضرت
ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ کان رکھ کر سُن جب بجانا موقوف کرے
کرے تو مجھ سے کہہ دینا تو حضرت ابن عمرؓ کو یہ اجازت دینا کہ سنتے رہو اس نے کے مباح
ہونے کی دلیل ہے لیکن آپ کا کانوں میں انگلی دے لینا اس بات پر دلیل ہے کہ
آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر اُس وقت کوئی بڑا بزرگ حال ہو آپ صلی اللہ علیہ وسلم
یہ سمجھے ہوں کہ وہ آواز مجھے اس حال سے باز رکھے گی، اس واسطے کہ شوقِ حق سبحانہ
تعالیٰ کو حرکت دینے میں سماع بڑا اثر رکھتا ہے تاکہ جو شخص دور ہو اسے خدا
سے نزدیک کرے اور یہ امر ان بے چاروں کے حق میں بڑی بات ہے جن کو یہ
حال نہ ہو لیکن جو شخص عین کام میں ہو یعنی حالت استغراق میں ہو ممکن ہے کہ
سماع اُسے مانع ہو اور اس کے حق میں نقصان کرے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم
کا شاہین کی آواز نہ سننا اس کی حرمت کی دلیل نہیں ہے اس واسطے کہ بہت چیزیں
مباح ہیں کہ انہیں کرتے مگر حکم کرنا یقیناً مباح ہونے کی دلیل ہے۔ اسکی کوئی
اور وجہ نہیں ہے۔

سماع سے متعلق ایک اور حوالہ کتاب "فخر العارفین" سے جس کے مصنف حکیم سیّد سکندر علی شاہ صاحب ہیں، ملاحظہ فرمائیے:۔

اللہ والوں کی مخالفتیں کیوں ہوتی ہیں فرمایا "اللہ کے راستہ کے سالکوں پر طرح طرح کی تکلیفیں پیش آتی ہیں (ہجوم مصائب و تکالیف میں) جو ثابت قدم رہا اس پر اللہ کا رحم ہوگیا۔ اور جو ڈر کر راستہ سے ہٹ گیا وہ نامراد اور ناکامیاب رہ گیا"۔ تمثیلاً فرمایا، جیسے کہ یہ سامنے کا تالاب ہے، اس کے چاروں طرف لوگ ہاتھوں میں پتھر اور کیچڑ لئے کھڑے ہیں، اور جو شخص اس تالاب میں داخل ہونا چاہتا ہے اس پر چاروں طرف سے بوچھاڑ پڑتی ہے، اور اگر ڈر کر بھاگ گیا، ناکام رہا، اگر نہ ڈرا ثابت قدم رہا، اپنے کام رکھا، لوگوں کی باتوں کی مطلق پروا نہ کی تو انشاءاللہ اپنے مقصد کو پہنچے گا۔

آپ کے اس ارشاد سے ثابت ہوا۔ کہ راہ عرفانِ الٰہی میں سالک کو ایسے مقام سے بھی گذرنا ہوتا ہے۔ کہ اس مقام کے مؤثرات سے سالک کی روح میں بیقراری آجاتی ہے۔ اور انتہائی سوز و گداز پیدا ہوجاتا ہے۔ باطناً تو سالک کا یہ حال ہوتا ہے کہ وہ خود اپنی آگ میں جل کر سوختہ رہتا ہے اور ظاہراً مخلوق کا اس کے ساتھ یہ سلوک ہوتا ہے کہ بیچارہ کے ساتھ بدرجۂ کمال مخالفت و عداوت کا برتاؤ کرتی ہے، اس راہ کی یہ بھی رمز ہے جس کی تائید اس مضمون سے ہوتی ہے جو ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

حضرت محبوب الٰہی اور اُنکے مخالفین ایک موقع پر فرمایا سلطان المشائخ محبوب الٰہی حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ سے بھی بعض معاصر علماء نے سخت مخالفت کی، کفر کے فتوے دیئے

دور دراز سے جو لوگ کہ آپ کی زیارت کے لئے آتے، انہیں روکنے کے لئے راستوں اور گزرگاہوں پر آدمی مقرر کئے۔ بادشاہ وقت کو دشمنی پر آمادہ اور برانگیختہ کیا غرض مخلوق کو برگشتہ اور بد اعتقاد بنانے کے لئے کوشش و تدبیر کا کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا۔ یہ واقعات سیر الاولیا اور دوسری کتابوں میں مفصل طریقہ سے موجود ہیں۔ مگر نتیجہ کیا ہوا؟ یہ ہوا کہ خدا نے آپ کو مرجع خلائق اور محبوب بنا دیا (اور آپ کے مخالفین کا نام و نشان باقی نہ رہا) اسی سلسلے میں آپ نے حضرت محبوب الٰہی کی ایک حکایت بیان فرمائی۔ کہ ایک درویش آپؒ کی زیارت اور ملاقات کے لئے چلے راستہ میں جس سے بھی آپ کی نسبت پوچھا ہر ایک نے آپ کی تعریف ہی کی۔ یہ بزرگ رموزِ طریقت سے واقف اور باخبر تھے کہ ولایت ظلِ نبوت ہے (ولایت سایہ ہے نبوت کا) پس ضرور ہے کہ مثل نبی کے ولی کی بھی مخالفت ہو اور یہاں یہ حالت ہے کہ جس سے پوچھا گیا، اُس نے حضرت کی تعریف ہی کی، کسی نے بھی آپ کی برائی نہیں کی، سخت متحیّر رہے کہ ایسا کیوں ہے؟ اور حضرت محبوبِ الٰہی کی بزرگی میں انہیں وسوسہ اور خطرہ پیدا ہونے لگا آپؒ کی خدمت میں پہنچے۔ اور حیرت سے خاموش بیٹھے رہے۔ اشراق باطن سے آپ پر ان کے خطرہ کا انکشاف ہو گیا۔ پس حضرت نے ان درویش سے فرمایا آپ جس راستہ سے آئے اس راہ میں ہمارے احباب و مریدین ہی آباد ہیں۔ واپسی دوسرے راستہ سے کیجئے گا اور اس سمت کے لوگوں سے بھی ہماری نسبت دریافت کر لیجئے گا، انہوں نے ایسا ہی کیا، اور اب جس سے بھی دریافت کیا کسی نے بھی حضرت کی تعریف نہ کی بلکہ برائی کی اور کہا کہ سلطان المشائخ نہ معلوم دہلی میں کتنے ہوں گے۔ یہ دیکھ اور سن کر ان درویش کے جی کا خطرہ

دور ہوا - اور وہ حضرت محبوب الٰہی کے پورے طور پر قائل اور معتقد ہوئے اولیاء اللہ کو جہاں ہزاروں لوگ اچھا کہتے ہیں وہ ایسے لوگ بھی ہوا کرتے جو برا کہتے ہیں - ہمیشہ سے ایسا ہوتا چلا آتا ہے -

مخالفین کے لئے جواب

ہمارے حضرت قبلہؒ نے مخالفین و منکرین طریقت کے اعتراضات کے جواب میں کبھی کوئی جلسہ منعقد نہیں کیا - ہمیشہ صبر و سکوت ہی کو کام فرمایا - ایک بار یہ ارشاد ہوا کہ جب لوگوں نے انتہا درجے کی مخالفت اختیار کی تو اس وقت اس لئے کہ آخر ہم بھی بشر ہیں - ہماری زبان سے صرف اتنا نکلا کہ اگر ہمارے خیالات اللہ اور اللہ کے رسولؐ کی مرضیات کے موافق ہیں تو ہمارے خیالات لوگوں کے سینے شق کر کے اور ان کے قلوب کو چیر کر اُن میں گھس جائیں گے اور سما جائیں گے - اللہ کا شکر ہے کہ آج ہمارے خیال کے لاکھوں لوگ ہو گئے - باوجودیکہ ایک مولوی صاحب نے قرآن مجید ہاتھ میں لیکر لوگوں کو منع کیا اور روکا تاکہ اسی تدبیر سے مخلوق کو روک سکیں - مگر لوگ یہاں آنے سے نہ رکے اور ان کے حلف اٹھا کر اور قرآن ہاتھ میں لیکر بیان کرنے سے بھی متاثر نہ ہوئے - ہم اگرچہ یہاں کسی کو نہیں بلاتے ہیں لیکن لوگ ہیں کہ بے بلائے خود بخود کھنچے چلے آتے ہیں - بھلا اس میں ہمارا کیا اختیار ہے - یہ سب کچھ خدا تعالیٰ کے تصرفاتِ قدرت کاملہ ہیں -

ہمارے حضرتؒ کی عادت شریف یہ تھی کہ مخالفین و منکرین کو کوئی جواب نہ دیتے نہ اسے پسند فرماتے کہ آپ کے خادموں اور مریدوں میں سے جن میں بڑے بڑے جید علماء بھی تھے، کوئی بھی مخالفین کو جواب دے - حتیٰ کہ

مجلس مبارک میں ان باتوں کا کہ فلاں مخالف نے ایسا کہا، تذکرہ پسند نہ فرماتے، البتہ کبھی کبھی آپؒ اظہارِ حق اور مسلک حضرات اولیاء اللہ کی تائید وحمایت اور خادموں کی طمانیت اور دافعیت کی خاطر دلائلِ محکمہ اور الفاظ مختصر و دلنشین کے ساتھ کچھ فرمادیا کرتے تھے تاکہ ہم خدام درگاہ پر ظاہر ہوجائے کہ جن باتوں کو مخالفین اپنی قلت نظر، یا جوشِ مخالفت سے شرک، حرام اور بدعت کہا کرتے ہیں، اللہ اور اللہ کے رسول کے نزدیک اور مسلمہ حضراتِ اولیاء اللہ کی شریعت اور طریقت کے جامع البحرین گذرے ہیں، ان کی تحقیق اور ان کے مسلک واعتقاد کی رُو سے وہ باتیں کتنے کھلے طریقے سے جائز، مباح اور موجب برکات وخیرات وحسنات ہیں

جواباتِ اعتراضاتِ منکرین

مخالفین کے اعتراضات میں سے ایک بڑا اعتراض سماع پر تھا آپ نے جوازِ سماع میں ایک مستقل کتاب تحقیق اضابیر (جیسا کہ بیشتر بیان کیا گیا) لکھنے اور طبقۂ اہلِ علم میں شائع کرنے کے علاوہ ایک اور حدیث عامر بن سعد بیان فرمائی۔

ایک حدیث جواز سماع

نسائی شریف میں باب اعلان النکاح میں ہے "عن عامرؓ بن سعد قال دخلت علی قرظۃ بن کعب و ابی مسعود الانصاری فی عرس واذا جواری یغنین اُنتُمَا صاحبا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واھلِ بدر یفعل ھذا عندکم؟ فقال اجلس ان شئت فاسمع معنا - وان شئت فاذھب فانہ قد رُخِصَ لنا فی اللھو عند العرس: (رواہ النسائیؒ)

ترجمہ:- عامرؓ بن سعدؓ سے روایت فرماتے ہیں کہ میں قرظۃؓ بن کعب اور

ابو مسعودؓ انصاری کے پاس جبکہ ایک شادی کی مجلس تھی آیا۔ اتفاقاً اسوقت لونڈیاں گانا گا رہی تھیں، میں نے کہا آپ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب اور اہلِ بدر سے ہیں، آپ کے سامنے یہ (گانا بجانا کیا) امر ہو رہا ہے؟ (یہ سن کر رسول اللہ صلعم) کے ان دونوں صحابیوں نے فرمایا، اگر تمہارا جی چاہے تو ہمارے ساتھ بیٹھ کر یہ گانا بجانا سنو، جی نہ چاہے تو چلے جاؤ، بے شبہ ہمیں (بارگاہ رسالت سے) اس کام کی شادی کے موقع پہ اجازت دی گئی ہے!" یہ حدیث اُن احادیث میں ہے، جن سے حضرات چشتیہ اور وہ حضرات قادریہ جو مجوزین سماع ہیں استدلال کرتے ہیں۔

دونوں فریق اہلِ حق ہیں

ارشاد فرمایا "حضراتِ صوفیائے کرام میں جو حضرات نقشبندیہ کہ اپنے لئے سماع کو جائز نہیں رکھتے ہیں، میں ان کو بھی اہلِ حق سے سمجھتا ہوں۔ دونوں فریق کے عمل کا منشا صحیح ہے۔ ایک فریق پر شوق کا غلبہ ہے (اور اس فریق کے حضرات سماع کے بغیر رہ نہیں سکتے) اور دوسرے فریق پر احتیاط غالب ہے (پس وہ اپنے لئے سماع کو پسند نہیں کرتے) مگر جو لوگ کہ سماع کو حرام قرار دیتے ہیں، حالانکہ کسی آیت قرآن مجید یا کسی صحیح حدیث سے اس کا حرام ہونا ثابت نہیں ہے۔ البتہ میں ان لوگوں کی زیادتی کو برا سمجھتا ہوں کہ مباح کو حرام ٹھہرانا صرف اللہ اور اللہ کے رسول کا کام ہے، یہ لوگ معتدین حد سے گذر جانے والوں میں ہیں۔ اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ الْمُعْتَدِیْنَ

اللہ حد سے گذر جانے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔

اقوالِ فقہا میں سے علامہ شامی کا قول ارشاد

جوازِ سماع شامی میں

فرمایا کہ ردالمحتار جلد خامس کے صفحہ ۲۴۳ میں جوازِ سماع کے متعلق لکھا ہے کہ ان آلات پر حکمِ حرمت و لہو و لعب کا جاری نہ ہوگا۔ جن آلات پر کہ ساداتِ صوفیا نے گانا سنا ہے چنانچہ علامہ شامی فرماتے ہیں:

وهذا يفيد ان آلة اللهو ليست محرمة لعينها بل لقصد اللهو منها اما من سامعها او من المشتغل بها وبه تشعر الاضافة الا ترى ان ضرب تلك الآلة بعينها حل تارة وحرم اخرى باختلاف النية والامور بمقاصدها وفيه دليل لساداتنا الصوفية الذين يقصدون بسماعها امورا هم اعلم بها فلا يبادر المعترض بالانكار كي لا يحرم بركتهم فانهم السادة الاخيار امدنا الله تعالى بامداداتهم واعاد علينا من صالح دعواتهم وبركاتهم (جلد خامس ردالمحتار (شامی) صہ ۲۴۳)

ترجمہ:۔ درالمختار کی یہ عبارت (جو نوبت نقارہ بجانے کے متعلق ہے) یہ فائدہ دیتی ہے کہ بیشک کوئی آلۂ لہو لذاتہ حرام نہیں ہے، بلکہ اس وقت حرام ہوگا، جبکہ وہ قصدِ لہو کے ساتھ ہو اور قصدِ لہو کی تعیین، کہ آیا یہ لہو ہے یا نہیں، یا تو سامع کے اعتبار سے ہوگی، یا بجانے والوں کے اعتبار سے، یعنی اگر سامع اور بجانے والے کا مقصد لہو ہوگا تو حرام ہوگا، اور عبارت "ان آلة اللهو ليست محرمة" میں اضافتِ لفظ آلہ کی جو اللهو کی طرف ہے، یہ اس بات کی طرف خبر دیتی ہے کہ اگر قصدِ لہو بھی مقصود ہو تو حرام ہوگا، نیز یہ کہ ہر آلہ آلۂ لہو نہیں ہے، اسی لئے تو آلہ پر لہو کی اضافت کی گئی کیا تم نہیں دیکھتے ہو کہ بعینہٖ ان آلات کا بجانا حسبِ اختلافِ نیت کبھی تو حرام ہے اور کبھی حلال، اور افعال کا حکم نیت کے ساتھ ہوا کرتا ہے، جیسی نیت ویسا حکم، اور اس میں ہمارے ساداتِ صوفیا کے لئے دلیل ہے، جو ان آلات (مزامیر) کے ساتھ گانا سننے سے امورِ خیر کا قصد کرتے ہیں اور ان امور کے قصد کو وہ ہی لوگ جانتے ہیں۔

جو سادات صوفیا سے ہیں کہ اُن کا سماع کس قصد کے ساتھ ہے؟ پس سماع صوفیا سادات کے انکار پر معترض کو لازم ہے کہ جلدی نہ کرے، تاکہ انکار و مخالفتِ اہل اللہ کی شامت میں گرفتار، اور اُن حضرات صوفیائے کرام کی برکت سے محروم نہ ہو۔ اور یہ وہ سادات اخیار ہیں کہ اُن کی دعا اور توجہ کی مدد سے اللہ تعالیٰ ہمارے حال پر رحم اور ہماری مدد فرماتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اُن ساداتِ صوفیا کی دعواتِ صالحہ اور ان کی برکات کا ہم پر اعادہ فرمائے۔ آمین

قدم لرزاں لرزاں نظر بہکی بہکی یہ وحشت نہیں ہے تو پھر اور کیا ہے
زمانے کو ٹھکرا دیا ہے تیری خاطر یہ چاہت نہیں ہے تو پھر اور کیا ہے
جدھر دیکھتا ہوں ادھر تو ہی تو ہے، عقیدت نہیں ہے تو پھر اور کیا ہے
جھکا میرا سر تیرے آستاں پر عبادت نہیں ہے تو پھر اور کیا ہے
یہ مانا کہ ناکام الفت ہوں لیکن تیری ذات کی نسبتیں ہیں میسّر
در در دمندِ محبت پہ تیری عنایت نہیں ہے تو پھر اور کیا ہے
نہ دل میرے بس میں نہ جاں میرے بس میں نہ میں جی رہا ہوں نہ میں مر رہا ہوں
نہ موت آرہی ہے نہ غم آرہے ہو قیامت نہیں ہے تو پھر اور کیا ہے
تیرا یہ کرم ہے یہ تیری نوازش، وگرنا کہاں میں، کہاں تیری محفل
مجھے تیرا دیوانہ کہتی ہے دنیا عنایت نہیں ہے تو پھر اور کیا ہے

روضہ
حضرت خواجہ یعقوب علی شاہ

حسن مجتبےٰ ٹاؤن
ملحقہ رفاہ عام سوسائٹی
ملیر ہالٹ کراچی